

ڈاکٹر ظفر احمد صدیقی

علم جرح و تعدیل

اور اس کا تدریجی ارتقا

”علم الجرح والتعدیل“ علم حدیث کی ایک مہتم بالشان شاخ ہے، اس میں راویان حدیث کی حیثیت اور احوال سے بحث کرتے ہوئے، ان کی ثقاہت یا عدم ثقاہت، عدالت یا ضعف، قوت حفظ یا اس کی کمی اور ضبط کی خوبی یا خالی وغیرہ کے بارے میں فیصلے صادر کیے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ بھی اس میں راویان حدیث سے متعلق گونا گوں مباحث و مسائل اٹھائے اور حل کیے جاتے ہیں۔ چونکہ احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا ثبوت و عدم ثبوت سلسلہ سند یا یہ الفاظ دیگر راویوں کی حیثیت پر موقوف ہے، اس لیے ”علم جرح و تعدیل“ کی اہمیت و اقدایت کے باب میں الگ سے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے، البتہ اس طرف توجہ دلانا نامناسب نہ ہوگا کہ بنیادی لحاظ سے اس علم کے دو پہلو ہیں:

ایک نظری، دوسرا عملی۔

اول الذکر کے دائرے میں اصول حدیث کی وہ کتابیں آتی ہیں، جن میں خاص طور پر جرح و تعدیل کے اصول و قواعد مذکور ہیں اور ثانی الذکر سے مراد اسماء الرجال کی وہ کتابیں ہیں، جن میں راویان حدیث پر ان قواعد کا اطلاق کیا گیا ہے۔ پھر جس طرح تدوین حدیث کا اہم اور مہتم بالشان عمل عہد صحابہ سے شروع ہو کر تیج تا یحییٰ اور اتباع تیج کے دور میں پایہ تکمیل کو پہنچا ہے، اسی طرح جرح و تعدیل نے بھی ارتقا کے مراحل سے گزر کر ایک منظم اور باقاعدہ علم کی شکل اختیار کی ہے۔ اس علم کے تدریجی ارتقا کی تفصیلات اپنے محدود مطالعے کے دوران راقم الحروف کی نظر سے

تحقیقات حدیث۔ ﴿۱﴾ ————— ۳۳ ————— جرح وتعدیل کا تذریجی ارا
نہیں گزریں۔ اس لیے خیال پیدا ہوا کہ اگر اس سلسلے کی جزئیات ایک مضمون میں یک جا کر دے
جائیں تو اباب ذوق کے لیے دلچسپی کا سامان فراہم ہو سکتا ہے۔ پیش نظر مضمون اسی سلسلے کی ایک
کوشش ہے۔

زیر بحث علم جیسا کہ اس کے نام سے ہی ظاہر ہے، دو اجزا پر مشتمل ہے: ایک جرح، دوسرے
تعدیل۔

”جرح“ از روئے لغت زخمی کرنے یا مجروح کرنے کو کہتے ہیں: جرحہ یجرحہ جرحاً
المر فیہ بالسلح (۱) اور جب یہ لفظ حاکم اور شاہد و گواہ کے سیاق و سباق میں استعمال ہوتا ہے
اس کا مطلب ہوتا ہے کہ حاکم کو گواہ کی کذب بیانی یا ایسی ہی کسی خصلت کا علم ہو گیا ہے، جس کی
پراس کی شہادت قابل قبول نہیں رہی:

یقال جرح الحاکم، إذا عثر منه علی ما تسقط به عدالته من کذب
وغیره (۲)۔

بعد میں اس لفظ کے محل استعمال میں حاکم کی تخصیص باقی نہ رہی اور مطلق رد شہادت کے
مواقع پر اس کا اطلاق کیا جانے لگا۔

وقد قبل ذلک فی غیر الحاکم، جرح الرجل، غرض شہادته (۳)۔
چونکہ روایت حدیث کو شہادت اور راوی حدیث کو شاہد سے کئی وجوہ سے مشابہت حاصل
ہے، اس لیے محدثین نے جب کسی راوی حدیث پر کلام کیا یا اس کی روایت کو رد کر دیا تو اس کے
لیے جرح کی اصطلاح وضع کی گئی۔

”تعدیل“ کا مادہ ”عدل“ ہے۔ عدل وہ لوگ کہلاتے ہیں، جن کی بات یا جن کا فیصلہ
پسندیدہ اور قابل قبول ہو:

العدل من الناس، المرضی قولہ وحکمہ (۴)۔

اور عادل وہ شخص کہلاتا ہے، جس کی گواہی میں کوئی مضائقہ نہ ہو:

رجل عدل وعادل، جائز الشہادۃ (۵)۔

گواہوں کی تعدیل کا مطلب یہ ہے کہ انہیں عادل و معتبر قرار دیا جائے۔

تحقیقات حدیث۔ (۱) ————— ۳۵ ————— جرح و تعدیل کا تدریجی ارتقا

محدثین کی وضع کردہ ”تعدیل“ کی اصطلاح یہیں سے ماخوذ ہے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اصطلاح کے طور پر ان کلمات کا استعمال عہد تابعین سے پہلے نہیں ملا، لیکن جہاں تک جرح و تعدیل کی حقیقت کا تعلق ہے، تو اس کی مثالیں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہی کے دور سے ملنا شروع ہو جاتی ہیں۔ اصل یہ ہے کہ صحابہ کرام ہی احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے اولین راوی ہیں۔ دنیا میں روایت حدیث کا سلسلہ انہی کے نفوس قدسیہ کی بدولت عام ہوا۔ یہی نہیں بلکہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں بھی ایک دوسرے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات نقل کرتے رہتے تھے۔ بلکہ بعض احادیث سے مستفاد ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجالس میں بھی وہ فرمودات نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ایک دوسرے سے بیان کرتے تھے (۷)۔ اس لیے منطقی و فطری طور پر بھی لازم ہو جاتا ہے کہ جرح و تعدیل کا سلسلہ اسی عہد سے شروع ہو چکا ہو۔ اس سلسلے میں ہم پہلے تعدیل کو لیتے ہیں۔ حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں:

لیس کلنا کان یسمع حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، کانت لنا ضیعة واشغال، ولكن الناس لم یكونوا یکذبون یومئذ، فیحدث الشاهد الغائب (۸)۔

ہم میں سے ہر ایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث (براہ راست) نہیں سن پاتا تھا، کیونکہ ہم لوگوں کے پاس زمین جائیداد بھی تھی اور دوسرے مشاغل بھی تھے، لیکن لوگ ان دنوں کذب بیانی نہیں کرتے تھے۔ لہذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجالس میں حاضر رہنے والا، موجود نہ رہنے والے کے سامنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات بیان کر دیتا تھا۔

مسند احمد میں یہ روایت ان الفاظ میں منقول ہے:

ما کل ما نحد نكموه سمعناه من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ولكن حدثنا أصحابنا، وكانت تشغلنا، رعية الإبل (۹)۔

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں:

واللہ ما کنا نکذب، ولا کنا ندری ما الکذب؟ (۱۰)۔

تحقیقات حدیث۔ (۱) ————— ۳۶ ————— جرح و تعدیل کا تدربجی

واللہ ہم لوگ نہ جھوٹ بولتے تھے اور نہ جانتے تھے کہ جھوٹ کیا ہے؟
انہی کا قول ہے:

لا یتھم بعضنا بعضا (۱۱)۔

ہم لوگ ایک دوسرے کو عہم نہیں سمجھتے تھے۔

ان بیانات کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ خود صحابہ کرامؓ نے جماعت صحابہؓ کی اجتماعی طور
قرآن بھی تعدیل کی ہے اور ایک دوسرے کی روایات کو قبول کر کے عملاً بھی تعدیل کی ہے۔ اس
علاوہ انفرادی تعدیل کی مثالیں بھی موجود ہیں۔ ایک موقع پر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت کے بارے میں استعجاب کیا گیا تو حضرت عائشہ
اللہ عنہا نے فرمایا:

صدق ابو ہریرہؓ (۱۲)۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما
ایک حدیث کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے بھی صدق (۱۳) کہہ کر ان کی تعدیل
و تصدیق فرمائی۔

بعض مواقع پر بعض صحابہ کرامؓ نے کذب بیانی کی نفی کرتے ہوئے خود اپنی ذات کا
تزکیہ فرمایا ہے۔ عبید اللہ بن زیاد نے بعض احادیث کی روایت کے سلسلے میں جب حضرت زید
ارقمؓ کی تقلید و تکذیب کرتے ہوئے کہا:

کذبت، ولکنک شیخ قد عرفت

تو اس کے جواب میں حضرت زید بن ارقمؓ نے فرمایا:

أما إنه سمعت أذناي، ووعاه قلبی من رسول الله صلى الله عليه
وسلم، وهو يقول: من كذب على معصداً فليسوا بمقعده من النار،

ما كذبت على رسول الله صلى الله عليه وسلم (۱۴)۔

سچا یقیناً میرے کانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا
ہے اور میرے قلب نے اسے محفوظ کر لیا ہے کہ جو کوئی وہیدہ و دانستہ میری طرف کوئی

غلط بات منسوب کرے، اسے انا شوکانہ جہنم میں بنالیا جائیے۔ میں نے رسول اللہ

تحقیقات حدیث - (۱۴) ————— ۴۷ ————— جرح و تعدیل کا تدریجی ارتقا

صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کسی غلط بات کا انتساب نہیں کیا ہے۔

اسی طرح حضرت ابو ہریرہؓ نے اپنے بارے میں فرمایا:

يقولون: إن أبا هريرة قد أكثر، والله الموعود (۱۵)۔

لوگ کہتے ہیں کہ ابو ہریرہؓ بہت روایتیں بیان کرتے ہیں۔ اللہ کے حضور پیشی کا دن مقرر ہے۔

حضرت ابو ذر غفاریؓ نے مطرف بن عبد اللہ بن اشعر سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

فما أخالني الكذب على خليلي محمد صلى الله عليه وسلم (۱۶)۔

میں اپنے بارے میں یہ نہیں سوچتا کہ میں اپنے خلیل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹی بات منسوب کروں۔

اسی طرح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک موقع پر فرمایا:

إذا حدثتكم عن رسول الله صلى الله عليه وسلم فلائن آخر من السماء

أحب إلي من أن أكذب عليه (۱۷)۔

جب میں تم لوگوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کروں، تو مجھے

آسمان سے گر جانا پسند ہے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹ کا انتساب

پسند نہیں۔

اس لیے امام نووی نے صحابہؓ کے عدول ہونے پر امت کا اجماع نقل کیا ہے (۱۸)۔

دوسری طرف قبول روایات کے باب میں حزم و احتیاط اور تحقیق و تفتیش کا آغاز بھی صحابہ

کرامؓ کے عہد ہی سے ہو جاتا ہے، اس ضمن میں حضرت عمرؓ اور حضرت ابوموسیٰ اشعرؓ کے واقعے کو

بطور مثال پیش کیا جاسکتا ہے، جب حضرت ابوموسیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ حدیث سنائی:

قد قال النبي صلى الله عليه وسلم إذا استأذن أحدكم لئلا، فلم يؤذن

له، فليرجع

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی تمہیں ہاراجازت طلب

کرے اور اسے اجازت نہ ملے، تو وہ لوٹ جائے۔

تحقیقات حدیث۔ (۱۶) ————— ۴۸ ————— جرح و تعدیل کا تدریجی ارتقا

لناتینى على هذا بالينة.

تم میرے پاس کہیں نہ کہیں سے اس کا ثبوت لاؤ۔

پھر جب ابو سعید خدریؓ نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی تصدیق فرمائی تو حضرت عمرؓ نے اپنے موقف کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ میرا دلیل طلب کرنا، عدم اعتداد یا جہمت کذب وغیرہ کی بنا پر نہ تھا، بلکہ اس کا باعث و نشاۃ تھا کہ احادیث کی روایت میں احتیاط سے کام لیا جائے:

اننى لم اهتمك، ولكن الحديث عن رسول الله صلى الله عليه وسلم

شديد

ایک دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں:

انما انى لم اهتمك، ولكن خشيت أن يقول الناس على رسول الله صلى الله عليه وسلم (۱۹)۔

اسی طرح کا ایک دوسرا واقعہ حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے درمیان بھی پیش آیا۔ حضرت زیدؓ بن ثابتؓ کو حضرت ابن عباسؓ رضی اللہ عنہما کے ایک فتوے کے بارے میں اشکال تھا، لیکن جب ایک صحابیؓ نے حضرت ابن عباسؓ کی تصدیق کر دی تو حضرت زیدؓ کا اشکال رفع ہو گیا (۲۰)۔

اب ہم سلسلہ گفتگو کو آگے بڑھاتے ہوئے جرح کی طرف آتے ہیں، جیسا کہ گزشتہ صفحات میں تفصیل کے ساتھ عرض کیا گیا، صحابہ کرامؓ کذب بیانی سے مبرا و منزه ہیں، اس لیے اس پہلو سے ان پر جرح کا کوئی سوال ہی نہیں اٹھتا۔ البتہ سہو و نسیان یا منشاء نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام تک پہنچنے میں ان سے غلطی کے صدور کی بالکل یہ نفی نہیں کی جاسکتی۔ چنانچہ کتب حدیث میں ایسے متعدد مقامات آتے ہیں، جہاں ایک صحابی نے دوسرے صحابی کی سہو و نسیان یا غلط فہمی کی نشاندہی کی ہے، یا اس کا شبہ ظاہر کیا ہے۔ لیکن بہتر ہوگا کہ احترام صحابہ کے پیش نظر ہم ان کو ”جرح“ کی بجائے استدراکات و تعقبات صحابہ سے تعبیر کریں۔ تاہم اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ یہی استدراکات زمانہ مابعد کے راویوں پر جرح کے ابتدائی نمونے اور ان کی بنیاد ہیں۔ لہذا جرح کے تاریخی مطالعے میں انہیں نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، البتہ یہاں اس امر کی صراحت ضروری ہے کہ بعض صحابہ کرامؓ کے اس قسم کے بیانات سے دوسرے صحابہ کرامؓ کی عمومی تعدیل یا کسی خاص صحابی

تحقیقات حدیث۔ ﴿۱﴾ ————— ۴۹ ————— جرح و تعدیل کا تدریجی ارتقا
کی تعدیل پر کوئی اثر مرتب نہیں ہوتا۔ کیونکہ ”الصحابۃ کلہم عدول“ کا قاعدہ کسی استثناء کے
بغیر قاعدہ مسلمہ ہے۔ اسی طرح یہ بھی ضروری نہیں کہ ایک صحابی کا دوسرے صحابی کی روایت پر ہر
استدراک اور تعقب لاحالہ درست بھی ہو، بلکہ ممکن ہے کہ دونوں روایتیں اپنی اپنی جگہ درست ہوں
اور استدراک کرنے والے صحابی کو تعدد روایت کا علم نہ ہو۔ اس تمہید کے بعد ہم استدراکات صحابہؓ
کی بعض مثالیں پیش کرتے ہیں:

۱۔ حضرت عمرؓ اور ان کے صاحبزادے حضرت ابن عمرؓ دونوں ارشاد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ
والسلام نقل کرتے ہیں:

إن الميت ليعذب ببكاء أهله (۲۱)۔

مردے پر اس کے گھر والوں کے رونے سے عذاب ہوتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تک یہ روایت پہنچی تو انہوں نے تسلیم نہیں کیا اور فرمایا کہ واقعہ یہ
ہے کہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک یہودی یا ایک یہودیہ کے جنازے کے پاس سے
گزرے، وہاں اس کے رشتہ دار اس کو روپیٹ رہے تھے۔ اس منظر کو دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم
نے ارشاد فرمایا کہ یہ لوگ رورہے ہیں، حالانکہ اس پر عذاب ہو رہا ہے (۲۲)۔ بیان واقعہ سے
پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو کلمات کہے، وہ مختلف روایات میں مختلف طرح وارد ہوئے
ہیں۔ یہاں ان میں سے بعض کے متن نقل کیے جاتے ہیں:

إنکم لتحدثونی عن غیر کاذبین و لا مکذبین، ولكن السمع یخطئ

ایک دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں:

یرحم اللہ أبا عبد الرحمن سمع شیئا، فلم یحفظ

ایک اور روایت میں اس طرح ہے:

یغفر اللہ لأبی عبد الرحمن، أما أنه لم یکذب، ولكنه نسى وأخطأ

یہ تینوں روایتیں صحیح مسلم (۲۳) کی تھیں، مسند کی ایک روایت میں یوں ہے:

یرحم اللہ عمرو بن عمر، ما هما بکاذبین، ولا مکذبین ولا متز

یدین (۲۴)۔

مسند ہی کی ایک دوسری روایت میں ہے:

تحقیقات حدیث۔ (۱) ————— ۵۰ ————— جرح و تعدیل کا تدربجی ارتقا

ان ابا عبد الرحمن یعنی ابن عمرؓ اخطأ سمعه (۲۵)۔

ایک اور روایت میں وارد ہے:

وہل أبو عبد الرحمن کما وہل یوم قلب بئر (۲۶)۔

یہ روایات تعدیل اور جرح دونوں کا قدیم ترین نمونہ پیش کرتی ہیں۔

”ما هما بکاذبین ولا مکذبین“ / ”أما انه لم یکذب“ تعدیل ہے اور ”سمع

شیئا فلم یحفظ“ / ”نسی وأخطأ/ أخطأ سمعه/ وہل أبو عبد الرحمن“ جرح ہے۔

۲۔ حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ نے حضرت عائشہؓ کے حوالے سے روایت بیان کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے گھر میں بعد عصر دو رکعت نماز ادا کی۔ اس روایت کی بنیاد پر حضرت ابن زبیرؓ نے بعد عصر دو رکعت نماز کا معمول بنالیا۔ بعض دوسرے حضرات بھی ان کے حکم سے یہ نماز پڑھنے لگے۔ حضرت معاویہؓ نے کسی کو بھیج کر حضرت عائشہؓ سے اس کی حقیقت دریافت کروائی، تو انہوں نے فرمایا کہ ابن زبیر کو بات یاد نہیں رہی، یہ دو رکعتیں ظہر کے بعد کی سنتیں تھیں، جو قضا کے طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے گھر میں پڑھی تھیں۔ یہ ایک طویل روایت ہے۔ اس موقع پر حضرت عائشہؓ کے الفاظ اس طرح نقل کیے گئے ہیں:

فقالت: لم یحفظ ابن الزبیر (۲۷)۔

یہاں بھی حضرت عائشہؓ نے راوی کی طرف سہو و نسیان کا انتساب فرمایا ہے۔

۳۔ مسند احمد بن حنبل کی روایت ہے:

عبد اللہ بن طاؤس عن ابیہ عن عائشہؓ أنها قالت: وہم عمر، إنما نہی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الصلوۃ أن یتحرى طلوع

الشمس وغروبها (۲۸)۔

اس روایت میں حضرت عائشہؓ نے حضرت عمرؓ کی طرف وہم کا انتساب کیا ہے۔

۴۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رجب میں بھی

عمرہ فرمایا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے سنا تو فرمایا:

ابن عمرؓ بھول گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجب میں کوئی عمرہ نہیں فرمایا ہے۔

اصل روایت کے الفاظ یہ ہیں:

تحقیقات حدیث۔ (۱) ————— ۵۱ ————— جرح و تعدیل کا تدریجی ارتقا

عروة بن الزبير قال: كنت أنا وابن عمر مستندين إلى حجرة عائشة،
أن تسمعها تستن، قلت: يا أبا عبد الرحمن اعتمر النبي صلى الله عليه
وسلم في رجب؟ قال: نعم، قلت: يا أماته أما تسمعين ما يقول أبو عبد
الرحمن، قالت: ما يقول؟ قلت: يقول: اعتمر النبي صلى الله عليه
وسلم في رجب، قالت: يغفر الله لأبي عبد الرحمن نسي، ما اعتمر
النبي صلى الله عليه وسلم في رجب، قال: وابن عمر يسمع، فما قال
لا ولا نعم، سكت (۲۹)۔

۵۔ مطلقہ کے سکنی و نفقہ سے متعلق حضرت فاطمہ بنت قیسؓ کی روایت معروف و مشہور ہے۔
حضرت عمرؓ نے کتاب و سنت کے خلاف سمجھتے ہوئے، سہو و نسیان کے شیعہ کی بنا پر اسے قبول نہیں
فرمایا۔ اس موقع پر ان کے الفاظ اس طرح منقول ہیں:

قال عمر: لا نترك كتاب الله وسنة نبينا صلى الله عليه وسلم لقول
امراة، لا تدري لعلها حفظت أو نسيت، قال الله عز وجل ﴿لَا
تُخْرِجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَنَّ بِفَاحِشَةٍ
مُبَيِّنَةٍ﴾ (۳۰)۔

۶۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مہینہ
انیس دن کا ہوتا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے سنا تو فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دراصل یہ
فرمایا تھا کہ مہینہ کبھی انیس دن کا بھی ہوتا ہے، روایت کے الفاظ یہ ہیں:

أخبرت عائشة، إن ابن عمر يقول: قال رسول الله صلى الله عليه
وسلم: الشهر تسع وعشرون، فأنكرت ذلك عائشة قالت: يغفر الله
لأبي عبد الرحمن، ليس كذلك، قال رسول الله صلى الله عليه
وسلم ولا كنه، قال: الشهر يكون تسع وعشرين (۳۱)۔

مذکورہ بالا روایات کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ صحابہ کرامؓ اگرچہ عام طور پر تمام صحابہؓ کی
تعدیل کرتے اور ان کی روایات قبول کرتے تھے، لیکن کبھی کبھی انہوں نے بعض روایات کے قبول
کرنے سے انکار کرتے ہوئے راوی کی طرف سہو و نسیان یا غلطی و غلط فہمی کا انتساب بھی کیا ہے۔ یا

تحقیقات حدیث۔ (۱۶) ————— ۵۲ ————— جرح وتعدیل کا تذکرہ بھی ارتقا تو اس لیے کہ وہ روایت ان کی اپنی سنی ہوئی روایت کے خلاف رہی ہے اور یا اس لیے کہ انہوں نے اسے قرآن پاک کی کسی آیت سے متعارض تصور کیا ہے۔

جرح وتعدیل کا ایک مسلمہ اصول ہے کہ ثقہ راویوں کے درجات میں بھی تفاوت ہوتا ہے۔ بعض ثقہ ہیں تو دوسرے ان سے زیادہ ثقہ۔ اسی طرح بعض کا درجہ کسی خاص باب میں دوسروں سے بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ کتب حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام بھی اس اصول سے بخوبی واقف تھے اور انہوں نے اپنے قول و عمل کے ذریعے اس کا اظہار بھی فرمایا ہے۔ اس سلسلے کی بعض تفصیلات ذیل میں ملاحظہ ہوں:

۱۔ شریح بن ہانی نے حضرت عائشہؓ سے موزوں پر مسح کی بابت بعض سوالات کیے تو انہوں نے مشورہ دیا کہ اس سلسلے میں حضرت علیؓ کی طرف رجوع کرو، وہ سفر میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا کرتے تھے۔

عن شریح بن ہانی قال: أتیت عائشۃ، أسألها عن المسح علی الخفين، فقالت: علیک یا بن ابی طالب، فأسأله، فإنه کان یسافر مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (۳۲)۔

۲۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے فتویٰ دیا کہ حالت جنابت میں روزہ درست نہیں ہوتا، لہذا اگر ایسی حالت میں صبح ہو جائے تو روزہ نہ رکھا جائے۔ ازواج مطہرات میں حضرت ام سلمہؓ اور حضرت عائشہؓ سے استصواب کیا گیا تو ان دونوں نے بتایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل اس کے خلاف تھا۔ جب حضرت ابو ہریرہؓ کو اس کی خبر دی گئی اور انہوں نے اطمینان کر لیا کہ واقعی ازواج مطہرات کا یہی بیان ہے، تو انہوں نے اپنے قول سے رجوع کر لیا اور کہا کہ ازواج مطہرات اس سلسلے میں دوسروں سے زیادہ واقف کار ہیں۔ آخر میں انہوں نے یہ بھی بتایا کہ میرا پہلا قول حضرت فضل بن عباسؓ کی روایت پر مبنی تھا:

قال: هما أعلم، إنما أنبأنيہ الفضل بن عباس (۳۳)۔

حضرت ابو ہریرہؓ کا یہ قول ظاہر کر رہا ہے کہ وہ سلسلہ زیر بحث میں حضرت فضل بن عباسؓ کے مقابلے میں ازواج مطہراتؓ کو اثقہ اور اعلم سمجھتے تھے۔

۳۔ ایک موقع پر حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ دونوں نے صوم وصال اور بعد

تحقیقات حدیث۔ ﴿۱﴾ ————— ۵۳ ————— جرح و تعدیل کا تدربجی ارتقا
عصر کی دور کھتوں کے بارے میں فرمایا کہ ازواج مطہرات کو اس کے بارے میں ہم سے زیادہ علم
ہے۔

ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم أعلم بذالک منا (۳۴)۔
یہ تمام گفتگو بعض صحابہ کرام سے متعلق تھی۔ اس سلسلے کی اگلی بات یہ ہے کہ صحابہ سے بعض
تابعین اور ان کی روایات کی توثیق و تعدیل بھی ثابت ہے۔ مثلاً:

۱۔ ابومالک کہتے ہیں کہ ہم ابودریس خولانی کی مجلس میں بیٹھا کرتے تھے اور وہ ہمیں حدیث
سناتے تھے۔ ایک دن انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی غزوے کا ذکر چھیڑا اور اس
سے متعلق تمام تفصیلات بیان کیں۔ مسجد کے ایک گوشے میں ایک صاحب تشریف فرما تھے، انہوں
نے وہیں سے پوچھا کہ کیا تم اس غزوے میں موجود تھے؟ ابودریس نے جواب دیا کہ نہیں، اس پر
ان صاحب نے فرمایا کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس غزوے میں موجود تھا، لیکن
تمہیں اس کی جزئیات و تفصیلات مجھ سے زیادہ یاد ہیں۔

خالد بن یزید بن ابی مالک عن ابیہ، قال: کنا نجلس إلی ابی ادریس
الخولانی فیحدثنا، فحدث یوماً عن بعض مغازی رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم، حتی استوعب الغزاة، فقال رجل من ناحیة المسجد،
أحضرت هذه الغزوة؟ فقال: لا، فقال الرجل: قد حضرتها مع رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولأنت أحفظ لها منی (۳۵)۔

۲۔ ایک شخص نے حضرت ابن عمر سے فرائض کا کوئی مسئلہ دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ
سعید بن جبیر کے پاس چلے جاؤ، انہیں ریاضی کا علم مجھ سے زیادہ ہے، وہ درثا کے حصوں کی تقسیم
اس طرح کرتے ہیں جیسے میں کرتا ہوں:

سأل رجل ابن عمر عن فريضة، فقال: انت سعيد بن جبیر، فإنه أعلم
بالحساب منی، وهو يفرض فیها ما افرض (۳۶)۔

۳۔ عامر بن الشراجل الشعمی مغازی کی روایات پڑھ رہے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا ادھر
سے گزر ہوا تو فرمایا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شععی ان غزوات میں ہمارے ساتھ شریک
تھے۔ یقیناً ان کی یادداشت مجھ سے اچھی ہے اور علم بھی مجھ سے زیادہ ہے۔

تحقیقات حدیث۔ ﴿۱﴾ ————— ۵۴ ————— جرح وتعدیل کا تذریجی ارتقا

مرّ ابن عمر بالشعبی وهو یقرّ المغازی، فقال: کان هذا کان شاهدا معنا، ولهو أحفظ منی وأعلم (۳۷)۔

۴۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے جابر بن زید کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا: اگر اہل بصرہ جابر بن زید کی باتیں قبول کرتے تو وہ انہیں قرآن پاک کے سلسلے میں اپنی وسیع معلومات سے مستفید کر سکتے تھے۔

روی عطاء عن ابن عباسؓ قال: لو أن أهل البصرة نزلوا عند قول جابر بن زید لأوسعهم علما عما فی کتاب اللہ۔

۵۔ حضرت ابن عباسؓ نے طاؤس کے بارے میں فرمایا:

إنی لأظن طاؤساً من أهل الجنة (۳۸)۔

”میں طاؤس کو اہل جنت میں سے سمجھتا ہوں“۔

صحابہ کرام کے دور اول میں روایت حدیث میں عام طور پر احتیاط برتی جاتی تھی۔ غیر مستند راوی تھے نہ غیر معتبر روایتیں۔ اس لیے صحابہ کرامؓ جس طرح باہم ایک دوسرے کی روایات کو معتبر و مستند تصور کرتے تھے، اسی طرح غیر صحابی کی روایات بھی وہ عام طور پر قبول کر لیتے تھے، لیکن خلافت راشدہ کا دور ختم ہوتے ہوئے یہ کیفیت باقی نہ رہی اور بعض غیر معتبر راوی معاشرے میں وجود پذیر ہو گئے۔ اس لیے صحابہ کرامؓ نے بھی عمومی توثیق کا رویہ ترک فرمادیا اور یہ اصول وضع کیا کہ صرف وہی روایت قبول کی جائیں، جنہیں وہ جانتے ہیں۔ اس سلسلے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت بہت واضح ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو یاد کرنا ہمارا معمول تھا اور حدیثیں تو یاد ہی جاتی ہیں، لیکن جب تم لوگ اچھی بری ہر طرح کی سواری پر سوار ہو گئے تو بات بہت دور ہو گئی، یعنی اب ہر راوی اور ہر روایت کی توثیق مشکل ہو گئی۔

إنما كنا نحفظ الحديث، والحديث يحفظ عن رسول الله صلى الله

عليه وسلم، فأما إذا ركبتم كل صعب وذلول فهيهات (۳۹)۔

ایک دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں:

إنما كنا مرة إذا سمعنا رجلاً يقول: قال رسول الله صلى الله عليه

وسلم ابتدرته أبصارنا، واصغينا إليه. بأذاننا، فلما ركب الناس الصعب

تحقیقات حدیث۔ ﴿۱﴾ ————— ۵۵ ————— جرح و تعدیل کا تدبیری ارتقا

والذلول، لم نأخذ من الناس إلا ما نعرف (۳۰)۔

ان بیانات کے پیش نظر یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ راوی اور روایات کی چھان بین کا سلسلہ صحابہ کرامؓ کے دور ہی سے شروع ہو گیا تھا۔ اسی طرح روایات میں معروف و غیر معروف کی تفریق، نیز اول الذکر کے قبول اور ثانی الذکر کے ترک کا اصول بھی صحابہ کرامؓ ہی کا وضع کردہ ہے۔ قابل ذکر امر یہ ہے کہ اس اصول کے انطباق کی مثالیں بھی عہد صحابہؓ سے ملنے لگتی ہیں۔

عبداللہ بن ابی ملکیہ (م: ۷۷ھ) کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو ایک خط لکھا اور اس میں یہ درخواست کی کہ میرے لیے ایک منتخب صحیفہ تیار کر دیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ لڑکا خیر خواہ ہے، میں یہ انتخاب ضرور تیار کروں گا۔ پھر انہوں نے حضرت علیؓ کی طرف منسوب فیصلوں کا ایک مجموعہ منگوایا اور اس کے بعض حصے اپنے منتخب صحیفے میں شامل کر لیے اور بعض دوسرے حصوں کو یہ کہہ کر رد کر دیا کہ حضرت علیؓ نے ہرگز یہ فیصلہ نہ کیا ہوگا۔

عن ابن ابی ملیکہ، قال: کتبت إلی ابن عباسؓ أسأله أن یکتب لی کتاباً وخفی منی، فقال: ولد ناصح، أنا اختار له الأمور اختیاراً، قال: فدعا بقضاء علیؓ، فجعل یکتب منه أشياء، ویمر به الشیء فیقول: واللہ ما قضی بهذا علیؓ، إلا أن یکون ضل (۳۱)۔

صحابہ کرامؓ سے روایت حدیث کے جو اصول و آداب منقول ہیں، انہیں مختصر اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے:

(۱) صرف ثقہ راویوں کی ہی روایتیں قبول کی جائیں۔ حضرت ابن عمرؓ اپنے والد حضرت عمرؓ سے نقل کرتے ہیں:

کان یأمرنا أن لا نأخذ إلا عن ثقة (۳۲)۔

”وہ ہمیں حکم دیتے تھے کہ ہم بجز ثقہ کے کسی اور سے روایت نہ لیں۔“

ب: غیر معروف راویوں کی روایتیں نہ قبول کی جائیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے

ہیں:

إن الشیطان یتمثل فی صورة الرجل، فیحدثهم بالحديث من الکذب،

فیتفرون، فیقول الرجل منهم: سمعت رجلاً أعرف وجهه ولا أدری

تحقیقات حدیث۔ (۱۶) ————— ۵۶ ————— جرح و تعدیل کا تذکرہ ارفاق
ما اسمہ؟ (۴۳)۔

”بلاشبہ شیطان انسان کی شکل اختیار کر لیتا ہے، پھر لوگوں کے پاس آتا ہے، ان سے جھوٹی حدیثیں بیان کرتا ہے، پھر لوگ مجلس سے اٹھ کر ادھر ادھر پھیل جاتے ہیں۔ پھر انہی میں کا کوئی شخص کہتا ہے: میں نے ایک شخص سے سنا جسے میں چہرے سے پہچانتا ہوں، لیکن اس کا نام نہیں جانتا۔“

ج: تحقیق و تفتیش کے بغیر ہر سنی ہوئی بات بیان نہ کی جائے۔ حضرت عمرؓ اور حضرت ابن مسعودؓ دونوں سے منقول ہے:

بحسب المرء من الكذب ان يحدث بكل ما سمع (۴۴)۔

”انسان کے جھوٹا ہونے کے لیے کافی ہے کہ وہ ہر سنی ہوئی بات بیان کر دے۔“

۵: ایسی روایتیں بیان نہ کی جائیں جو سامعین کے فہم سے بالاتر ہوں۔ حضرت علیؓ کا قول ہے:

حدثوا الناس بما يعرفون، ودعوا ما ينكرون، اتحبون أن يكذب الله
ورسوله؟ (۴۵)۔

”لوگوں سے وہی باتیں بیان کرو، جس سے وہ مانوس ہوں۔ جن سے وہ نامانوس ہوں انہیں ترک کر دو، کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کو جھٹلایا جائے؟“
اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں:

ما أنت بمحدث قوماً حديثاً لا تبلغه عقولهم، إلا كان لبعضهم
فتنة (۴۶)۔

”تم جب بھی لوگوں سے ایسی حدیث بیان کرو گے جو ان کے فہم سے بالاتر ہو، تو کچھ لوگ ضرور فتنوں کا شکار ہوں گے۔“

عہدِ تابعین

صحابہ کرام کے بعد ہم کبار تابعین کے عہد کی طرف منتقل ہوتے ہیں، یوں تو ملائذہ صحابہ کی تعداد بہت بڑی ہے، لیکن وہ حضرات جن سے جرح و تعدیل کے قول مروی ہیں، تعداد میں بہت

تحقیقات حدیث۔ ﴿۱﴾ ————— ۵۷ ————— جرح و تعدیل کا ترجمہ جی ارتقا

تھوڑے ہیں۔ ان میں بھی سرفہرست ابراہیم نخعی (م: ۹۶ھ)، شعبی (م: ۱۰۴ھ) اور ابن سیرین (م: ۱۱۰ھ) ہیں۔ چند اقوال ابو عبد الرحمن سلمیٰ (م: ۷۴ھ)، سعید ابن المسیب (م: ۹۳ھ)، سعید ابن جبیر (م: ۹۵ھ)، طاؤس (م: ۱۰۶ھ) اور حسن بصری (م: ۱۱۰ھ) کے بھی مل جاتے ہیں۔ آئندہ صفحات میں ہم انہی حضرات کے اقوال و بیانات کی روشنی میں یہ جاننے کی کوشش کریں گے کہ کبار تابعین کے عہد میں جرح و تعدیل نے ارتقا کی کون سی منزلیں طے کیں؟

ہماری محدود معلومات کی حد تک راویوں کے سلسلے کے لیے ”اسناد“ اور راویان حدیث کے لیے ”رجال“ کا لفظ غالباً سب سے پہلے اسی عہد میں استعمال ہوا ہے، ابن سیرین (م: ۱۱۰ھ) فرماتے ہیں:

لم یكونوا يسألون عن الأسناد، فلما وقعت الفتنة، قالوا: سَمَوْنَا
”رجالکم (۴۷)۔

”ابتداء میں لوگ سلسلہ سند کے بارے میں نہیں پوچھتے تھے، لیکن جب فتنے کا ظہور ہو گیا تو لوگوں نے کہا کہ اپنے راویوں کے نام بتاؤ۔“

اس عہد میں قدریہ، مرجہ وغیرہ مختلف مذہبی فرقوں کے وجود میں آنے کے سبب سے راویان حدیث کو دو گروہوں میں تقسیم کیا گیا: صحیح العقیدہ راویوں کو ”اہل سنت“ اور ان سے مختلف عقائد رکھنے والوں کو ”اہل اہواء“ یا ”اہل بدعت“ کا نام دیا گیا۔ اول الذکر کی روایتیں قبول کی گئیں اور ثانی الذکر کی روایتیں ترک کی گئیں۔ ابن سیرین کے مذکورہ بالا قول کا تہمہ یہ ہے:

فينظر إلى أهل السنة فيؤخذ حديثهم، وينظر إلى أهل البدع فلا يؤخذ
حديثهم (۴۸)۔

”اہل سنت راویوں کو دیکھتے ہوئے ان کی حدیثیں قبول کی جائیں گی اور اہل بدعت راویوں کو دیکھتے ہوئے ان کی روایتیں ترک کر دی جائیں گی۔“

ابن سیرین ہی کے ایک دوسرے بیان کی حکایت شعیب بن النجباب اس طرح کرتے ہیں:

قلت لابن سيرين: ما ترى في السماع من أهل الأهواء؟ قال: لا نسمع منهم ولا كرامة (۴۹)۔

”میں نے ابن سیرین سے پوچھا کہ اہل اہواء سے روایتوں کے سننے کے

تحقیقات حدیث۔ ﴿۵۸﴾ ————— ۵۸ ————— جرح و تعدیل کا تدربئی ارتقا

بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ انہوں نے جواب دیا: نہ ہم ان سے سنتے ہیں اور نہ ان کی کوئی وقعت ہے۔“

ان بیانات کے پیش نظر ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ عقائد کی بنیاد پر جرح کا سلسلہ اسی عہد سے شروع ہوا۔

ہمارے علم کی حد تک صحابہ کرامؓ سے کسی معین راوی کی تکذیب و تضعیف کا کوئی قول منقول نہیں ہے، بجز حضرت عبادہ بن صامتؓ کے قول ”کذب ابو محمد“ (۵۰) کے، حضرت عبادہؓ نے یہ الفاظ حضرت ابو محمد انصاریؓ کے قول ”الوتر واجب“ کی تردید کے طور پر کہے تھے، لیکن درحقیقت یہاں کذب ”جھوٹ“ کے معنی میں نہیں ہے، بلکہ اس سے خطاء و غلطی کے معنی مراد ہیں، ایک تو اس لیے کہ حضرت ابو محمدؓ صحابی ہیں، بلکہ اصحاب بدر میں سے ہیں، اس لیے ان سے کذب کے ضد و رکاحتمال نہیں۔ دوسرے اس لیے کہ حضرت ابو محمدؓ کا ”الوتر واجب“ کہنا روایت کے طور پر نہ تھا، اجتہاد کے طور پر تھا اور ظاہر ہے کہ مجتہد سے اجتہاد میں غلطی تو ہو سکتی ہے، لیکن اسے کاذب نہیں کہا جاسکتا (۵۱)۔

بہر حال عرض یہ کرنا تھا کہ کبار تابعین کے عہد سے مخصوص و معین راویوں پر جرح کی مثالیں ملنے لگتی ہیں، اس سلسلے میں ہمیں سب سے قدیم تر قول ابو عبد الرحمن عبد اللہ بن حبیب السلی (م: ۷۷ھ) کا دستیاب ہوا ہے۔ انہوں نے ایک موقع پر فرمایا:

لا تجالسوا القصاص غیر ابی الأخص، وإیاکم وشقیقا (۵۲)۔

اس بیان کے پہلے جزء میں انہوں نے ابو الاحوص عوف بن مالک بن نھله کوئی کی تعدیل کی ہے اور دوسرے جزو میں ابو عبد الرحیم شقیق ضعی کوئی کی تضعیف کرتے ہوئے، اس سے دور رہنے کا مشورہ دیا ہے۔ اس عہد میں راوی کی تضعیف کے لیے عام طور پر دو مادے استعمال کیے گئے ہیں: ایک ”اتهام“ کا، دوسرا ”کذب“ کا۔ تفصیلات ذیل میں ملاحظہ ہوں:

ابراہیم نخعی (م: ۹۶ھ) حارث اعمور کوئی (م: ۶۵ھ) کے بارے میں فرماتے ہیں:

إن الحارث اتهم (۵۳)۔

”حارث متہم ہے۔“

عامر بن شراحیل الشعفی (م: ۱۰۳ھ) فرماتے ہیں:

تحقیقات حدیث۔ (۱۰) ————— ۵۹ ————— جرح و تعدیل کا تذکرہ جی ارتقا

حدیثی الأعمور وأشهد أنه أحد الكذابين (۵۴)۔

”مجھ سے عموماً بیان کیا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ جھوٹوں میں سے ایک ہے“
انہی کا قول ہے:

الحارث كذاب (۵۵)۔

”حارث جھوٹا ہے۔“

ابراہیم نخعی، مغیرہ بن سعید الحلی اور ابو عبد الرحیم شقیق نخعی پر جرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

إياكم والمغيرة بن سعيد وأبا عبد الرحيم فإنهما كذبان (۵۶)۔

ابن سیرین (م: ۱۱۰ھ) عکرمہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

ما ليسوؤنى أن يكون من أهل الجنة ولكنه كذاب (۵۷)۔

”مجھے اس میں کوئی ناگواری نہیں کہ وہ اہل جنت میں سے ہوں، لیکن وہ کذاب ہیں۔“

سعید بن المسیب (م: ۹۳ھ) اپنے غلام برد سے خطاب کرتے ہوئے کہتے ہیں:

لا تكذب على كما يكذب عكرمة على ابن عباس (۵۸)۔

”تم میری طرف جھوٹی روایتیں منسوب نہ کرنا، جس طرح عکرمہ ابن عباس کی طرف کرتے ہیں۔“

اس طبقے کے تابعین نے بعض صحابہ کرام یا ان کے آثار و مرویات کے بارے میں بھی اظہار

نیال کیا ہے، چنانچہ شعی کہتے ہیں:

ما كذب علم أحد في هذه الأمة ما كذب علي (۵۹)۔

”جھوٹی حدیثیں سب سے زیادہ حضرت علیؓ کی طرف منسوب کی گئیں ہیں۔“

ابراہیم نخعی فرماتے ہیں:

كانوا يرون أن كثيرا من حديث أبي هريرة منسوخ (۶۰)۔

”لوگوں کا خیال تھا کہ حضرت ابو ہریرہؓ کی اکثر احادیث منسوخ ہیں۔“

ابن سیرین حضرت معاویہؓ کے بارے میں فرماتے ہیں:

كان معاوية لا يهتم في الحديث عن النبي صلى الله عليه وسلم (۶۱)۔

تحقیقات حدیث۔ ﴿۱﴾ ————— ۶۰ ————— جرح وتعدیل کا تذریجی ارتقا

”حضرت معاویہؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث کی روایت میں متہم نہ تھے۔“

مختلف صحابہ کرام کے شاگردوں میں کن کن لوگوں کے نام زیادہ نمایاں ہیں؟ ان میں باہم کیا فرق مراتب ہے؟ کس باب میں کس کو دوسروں پر فوقیت و فضیلت ہے؟ یہ اور اس جیسے دوسرے سوالات بھی اس عہد میں اٹھائے گئے ہیں، چنانچہ ان کے جوابات ملاحظہ ہوں:

ابراہیم نخعی فرماتے ہیں:

كان أصحاب عبد الله الذين يقرؤون الناس القرآن، ويعلمونهم السنة، ويصدر الناس عن رأيهم ستة: علقمة والأسود ومسروق وعبيدة وأبو ميسرة وعمرو بن شرحبيل، والحارث بن قيس (۶۲)۔

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے وہ تلامذہ جو لوگوں کو قرآن پڑھاتے اور سنت کی تعلیم دیتے تھے اور جن کی رائے پر لوگ اعتماد کرتے تھے، چھ ہیں: علقمہ، اسود، مسروق، عبیدہ، ابو میسرہ، عمرو بن شرحبیل، اور حارث بن قیس۔“

داؤد بن ہند کہتے ہیں کہ میں نے شععی سے کہا کہ مجھے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے تلامذہ کے بارے میں اس طرح بتائیے کہ ان کی صورت نگاہوں میں گھوم جائے۔ اس کے جواب میں انہوں نے فرمایا:

كان علقمة أبطن القوم به، وكان مسروق قد خلط منه ومن غيره، وكان الربيع بن خثيم أشد القوم اجتهداء، وكان عبيدة يوازي شريحاً في العلم والقضاء (۶۳)۔

”حضرت ابن مسعودؓ کے تلامذہ میں علقمہ ان سے سب سے زیادہ قریب تھے۔ مسروق کے پاس حضرت ابن مسعودؓ کے علاوہ دوسروں کی بھی روایتیں تھیں، ربیع بن خثیم ریاضت و مجاہدے میں سب سے آگے تھے، عبیدہ علم اور قضا میں شریع کے ہم پلہ تھے۔“

ابن سیرین کہتے ہیں:

أدركت القوم وهم يقدمون خمسة. من بدأ بالحارث الأعور ثني عبيدة، ومن بدأ بعبيدة ثني الحارث، ثم علقمة الثالث، لا شك فيه،

تحقیقات حدیث۔ ﴿۱﴾ ————— ۶۱ ————— جرح وتعدیل کا تذریجی ارتقا

ثم مسروق، ثم شريح، وإن قوماً أحسهم شريح، لقوم لهم شأن (۶۳)۔

”میں نے اہل علم کو پایا کہ وہ پانچ لوگوں کو سر فہرست رکھتے ہیں۔ کچھ لوگوں کے نزدیک اول نمبر پر حارث تو دوم نمبر پر عبیدہ اور بعض کے نزدیک اول نمبر پر عبیدہ تو دوسرے نمبر پر حارث، علقمہ تیسرے نمبر پر، اس میں کوئی شبہ نہیں۔ پھر مسروق، پھر شریح۔ ظاہر ہے کہ جس جماعت میں شریح سب سے آخری نمبر پر ہوں گے، وہ کیسی عظیم الشان جماعت ہوگی۔“

شعی کا قول ہے:

مسروق أعلم بالفتوى من شريح، وكان شريح أعلم بالقضاء من مسروق (۶۵)۔

”مسروق افتاء میں شریح سے زیادہ علم رکھتے تھے اور شریح کو قضاء کی واقفیت مسروق سے زیادہ تھی۔“

غالب بن ابی ہذیل کہتے ہیں:

قلت لإبراهيم أعلقمة أفضل أو الأسود؟ قال: علقمة (۶۶)۔

”میں نے ابراہیم نخعی سے دریافت کیا کہ علقمہ فائق ہیں یا اسود؟ انہوں نے جواب دیا کہ علقمہ۔“

ایسا اندازہ ہوتا ہے کہ راویوں کی حیثیت اور ان کے رتبے کے لحاظ سے توثیق وتعدیل کے الگ الگ کلمات، جن کا رواج زمانہ مابعد میں عام طور پر نظر آتا ہے، اس وقت تک وجود میں نہیں آئے تھے۔ ثقات تابعین کے حق میں ان کے معاصرین نے جو کلمات استعمال کیے ہیں، انہیں کلمات توصیف کہنا زیادہ بہتر ہوگا۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

شعی عکرمہ کے بارے میں کہتے ہیں:

ما بقي أحد أعلم بكتاب الله من عكرمة (۶۷)۔

”عکرمہ سے زیادہ کتاب اللہ کا علم رکھنے والا کوئی باقی نہیں بچا۔“

اسود بن یزید کے بارے میں کہتے ہیں:

تحقیقات حدیث۔ ﴿۱﴾ ————— ۶۲ ————— جرح و تعدیل کا تذکرہ بھی ارتقا

کان صواماً، قواماً، حجاجاً (۶۸)۔

”وہ بکثرت روزہ رکھنے والے نمازیں پڑھنے والے اور حج کرنے والے تھے۔“

انہی کا قول ہے:

أهل بيت خلقوا للجنة علقمة والأسود وعبد الرحمن (۶۹)۔

”علقمہ، اسود اور عبد الرحمن گویا جنتی گھرانے کے افراد ہیں۔“

مسروق کے بارے میں کہتے ہیں:

ما علمت إن أحدا كان أطلب للعلم في أفق من الأفاق من

مسروق (۷۰)۔

”تمام آفاق میں مسروق سے بڑھ کر علم کا طالب، میرے علم میں کوئی نہیں ہے۔“

اسی طرح ابراہیم نخعی شقیق بن سلمہ ابوداؤد اسدی کے بارے میں فرماتے ہیں:

إني لأحسبه ممن يدفع عنا به (۷۱)۔

”میرا خیال ہے کہ ان کے طفیل ہماری حمایت کی جائے گی۔“

انہی کے بارے میں یہ بھی کہتے ہیں:

أما أنه خير مني (۷۲)۔

”وہ یقیناً مجھ سے بہتر ہیں۔“

لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ اس عہد میں کلماتِ تعدیل کا سرے سے وجود ہی نہ تھا۔ اس

کی بھی مثالیں کم سہی، لیکن مل جاتی ہیں:

ابن سيرين قتاده کے بارے میں فرماتے ہیں:

قتادة أحفظ الناس أو من أحفظ الناس (۷۳)۔

”قتادہ کی یادداشت سب سے بہتر تھی یا وہ بہتر یادداشت والوں میں ایک تھے۔“

ابو قلابہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

أبو قلابة إن شاء الله ثقة، رجل صالح (۷۴)۔

”ابو قلابہ ان شاء اللہ ثقہ، رجل صالح (۷۴)۔“

شعی، ربیع بن خثیم کے بارے میں فرماتے ہیں:

تحقیقات حدیث۔ ﴿۱﴾ ————— ۱۳ ————— جرح وتعدیل کا تذریجی ارتقا

حدثنا الربيع و كان من معادن الصدق (۷۵)۔

”مجھ سے ربیع نے بیان کیا اور وہ معدن صدق تھے۔“

قنادہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

ما أثناني عراقي أحفظ من قنادة (۷۶)۔

”قنادہ سے بہتر یادداشت والا کوئی عراقی میرے پاس نہیں آیا۔“

شقیق بن سلمہ کے بارے میں کہتے ہیں:

عليك بشقيق، فإني أدركت الناس وهم متوافرون وإنهم ليعدون من خيارهم (۷۷)۔

”تم شقیق کا ساتھ ہرگز نہ چھوڑو، میں ایسے بہت سے لوگوں سے ملا ہوں، جو انہیں بہترین افراد انسانی میں شمار کرتے تھے۔“

اس عہد میں راویان حدیث کے بارے میں رائے قائم کرنے کے سلسلے میں جن امور کو پیش نظر رکھا گیا ہے، وہ تین چیزیں ہیں: ایک تو یہ کہ اس کے عقائد کیسے ہیں؟ دوسرا یہ کہ اس کا حفظ و ضبط کیسا ہے؟ تیسرا یہ کہ اس کی مرویات کی نوعیت کیا ہے؟ اس دعویٰ کی تائید و تصدیق گزشتہ صفحات میں پیش کیے گئے بیانات سے تو ہوتی ہی ہے، مزید برآں چند اقوال اور بھی پیش کیے جاتے ہیں۔

ابن عون کہتے ہیں:

جلست إلى إبراهيم فقال في المرجنة قولاً غيره أحسن منه (۷۸)۔

”میں ابراہیم غنی کے پاس بیٹھا تو انہوں نے مرجحہ کے بارے میں ایسی بات کہی، جو اچھی نہ تھی۔“

طاؤس، معبد جہنی کے بارے میں فرماتے ہیں:

احذروا قول معبد، فإنه كان قدرياً (۷۹)۔

”معبد کی بات سے بچو، کیونکہ وہ قدری تھا۔“

حسن بصریؒ اس کے بارے میں فرماتے ہیں:

ياكم ومعبد الجهني فإنه ضال مصل (۸۰)۔

تحقیقات حدیث۔ ﴿۱﴾ ————— ۶۴ ————— جرح وتعدیل کا تدریجی ارتقا

”معبد چمنی سے دور بھاگو، وہ گمراہ اور گمراہ کن ہے۔“

سعید بن جبیر نے طلق بن حبیب کے بارے میں ایوب سختیانی سے کہا:

لا تجالسہ (۸۱)

”اس کے ساتھ نہ اٹھو بیٹھو۔“

حماد بن زید اس کی وجہ بتاتے ہیں:

کان یروی الإرجاء (۸۲)

”وہ عقیدہ ارجاء کے قائل تھے۔“

ابراہیم مخفی حارث اعمور کے فساد عقیدہ کی حکایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

إن الحارث قال: تعلمت القرآن فی ثلاث سنین، والوحی فی سنتین. أو

قال: الوحی فی ثلاث سنین والقرآن فی سنتین (۸۳)۔

”حارث نے کہا کہ میں نے قرآن تین سال میں سیکھا اور وحی دو سال میں یا یہ کہا

کہ میں نے وحی تین سال میں سیکھی اور قرآن دو سال میں۔“

یہ بیانات راوی کے عقائد اور اس کے دینی احوال سے متعلق تھے۔ اب حفظ وضبط اور

مطالعہ مرویات سے متعلق بعض اقوال ملاحظہ ہوں۔ شععی کہتے ہیں:

قتادة حاطب لیل (۸۴)۔

”قتادہ روایت میں رطب ویابس کی تمیز نہیں کرتے۔“

ابن سیرین کا تجزیہ تھا کہ حسن بصری روایت حدیث میں الفاظ حدیث کی پابندی نہیں

کرتے، قوت بیان کے ذریعے اسے عمدہ بناتے اور اس میں اپنے مواعظ کا اضافہ کر دیتے ہیں:

يسمع الحديث فيجوده بمنطقه، ويصل فيه من مواعظه

خود اپنے بارے میں ان کا خیال تھا کہ میں حدیث میں کوئی اضافہ تو نہیں کرتا، لیکن کچھ نہ کچھ

مجھ سے کی ضرور ہو جاتی ہے:

اسمع الحديث فأسقط منه.

اس کے برخلاف قتادہ کی تعریف کرتے ہوئے وہ کہتے ہیں کہ ان کا حفظ وضبط ہم سب میں

سب سے عمدہ ہے۔ وہ جس طرح حدیث سنتے ہیں، من وعن اسی طرح نقل کر دیتے ہیں:

تحقیقات حدیث۔ (۱۶) ————— ۶۵ ————— جرح وتعدیل کا تذکرہ جی ارتقا

وأما اللہی خرجت کما دخلت فقتادة، فهو أحفظ الناس (۸۵)۔

گزشتہ صفحات میں ہم نے استدراکات صحابہ کا تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے، وہاں ہم نے عرض کیا تھا کہ یہ استدراکات راویان حدیث پر جرح کے اولین نقوش ہیں، چنانچہ اب ہم کبار تابعین کے عہد سے اس طرح کی جرحوں کی مثالیں پیش کرتے ہیں۔ عکرمہ کے بارے میں سعید بن المسیب اور ابن سیرین کی جرحیں ماقبل میں نقل کی جا چکی ہیں۔ ان اقوال کا تعلق بھی عکرمہ ہی سے ہے:

۱۔ عطاء خراسانی کہتے ہیں کہ میں نے سعید بن المسیب سے کہا کہ عکرمہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہؓ سے حالت احرام میں نکاح فرمایا۔ اس کے جواب میں انہوں نے کہا کہ وہ غیث جھوٹ بولتا ہے، جاذ اور اسے گالیاں دو۔ میں تمہیں حدیث سناتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حالت احرام میں تشریف لائے، پھر جب آپ نے احرام کھول لیا تب نکاح فرمایا:

عن عطاء الخراسانی قال: قلت لسعيد بن المسيب: إن عكرمة يزعم أن رسول الله صلى الله عليه وسلم تزوج ميمونة وهو محرم، فقال: كذب مخشان، إذ ذهب إليه فسيه، سأحدثكم قدم رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو محرم، فلما حل تزوجها (۸۶)۔

۲۔ عبد اللہ بن خثیم کہتے ہیں کہ میں نے اور عبد اللہ بن سعید نے عکرمہ سے ”والنخل باسقات“ کے معنی دریافت کیے۔ انہوں نے جواب دیا کہ کھجوروں کا بسوق، ولادت کے وقت عورتوں کے بسوق (پستان میں دودھ اترنے) کے مانند ہوتا ہے۔ پھر میں سعید بن المسیب کے پاس گیا اور انہیں عکرمہ کی یہ بات بتلائی۔ اس کے جواب میں انہوں نے کہا کہ عکرمہ نے غلط کہا۔ کھجوروں کے بسوق سے مراد اس کی درازی اور لمبائی ہے:

عن عبد الله بن عثمان بن خثيم، سألت عكرمة أنا وعبد الله بن سعيد عن قوله: والنخل باسقات، قال: بسوقها كبسوق النساء عند ولادتها، فرجعت إلى سعيد، فأخبرته، فقال: كذب، بسوقها طولها (۸۷)۔

۳۔ عبد اکرم جرجری، عکرمہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے زمین کرائے پر دینے کو

تحقیقات حدیث۔ ﴿۱﴾ ————— ۶۶ ————— جرح و تعدیل کا تذریجی ارتقا
ناپسند کیا ہے۔ سعید بن جبیر سے اس کا ذکر کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ انہوں نے غلط کہا ہے۔ میں
نے حضرت ابن عباسؓ اور شاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ سب سے اچھی بات یہ ہے کہ سال بہ سال
خالی زمین کرائے پر دیا کرو:

عن عبد الکرم الجزری عن عکرمۃ أنه کره کراء الأرض، فذکرت
ذلک لسعید، فقال: کذب عکرمۃ، سمعت ابن عباس یقول: إن أمثل
ما أنتم صانعون استئجار الأرض البیضاء سنة بيسنة (۸۸)۔

۴۔ طاؤس کہتے ہیں کہ اگر عکرمہ مولیٰ ابن عباس اللہ سے ڈرتے اور اپنی بعض احادیث کی
روایت سے رک جاتے تو مرجع خلافت ہوتے:

عن طاؤس، قال: لو أن مولیٰ ابن عباس اتق الله وكف من حدیثه
لشدت إليه المطایا (۸۹)۔

۵۔ مطر کہتے ہیں کہ میں نے عطاء بن ابی رباح سے کہا کہ عکرمہ حضرت ابن عباسؓ کا قول نقل
کرتے ہیں کہ قرآن پاک نے موزوں پر مسح کے باب میں سبقت حاصل کر لی ہے۔ یعنی موزوں
پر مسح کی اجازت ابتدا میں تھی بعد میں قرآن پاک کی آیت وضو کے ذریعے منسوخ ہو گئی، اس پر
عطاء نے کہا کہ عکرمہ غلط کہتے ہیں، میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ارشاد فرماتے
ہوئے سنا کہ اگر تم بیت الخلاء سے نکلو جب بھی موزوں پر مسح کرو:

قال مطر: قلت لعطاء: إن عکرمۃ قال: قال ابن عباس: سبق الكتاب
المسح علی الخفین، فقال: کذب عکرمۃ، سمعت ابن عباس یقول:
امسح علی الخفین وإن خرجت من الخلاء (۹۰)۔

ان مثالوں کے ذریعے اس طرف بھی توجہ دلا نا مقصود ہے کہ کسی راوی کے حفظ و ضبط کی کمی یا
اس کے ضعف و کذب پر استدلال کی ایک شکل ابتدا ہی سے یہ بھی رہی ہے کہ جرح کرنے والا اپنی
مرویات سے متکلم فیہ راوی کی مرویات کا موازنہ و مقابلہ کرتا ہے اور پھر جب اسے اپنے سے مختلف
پاتا ہے تو اس کی طرف غلط بیانی و کذب کی نسبت کر دیتا ہے، ایک جھپٹ کی طرح کبھی وہ اپنے اجتہاد
میں کامیاب رہتا ہے اور کبھی اس سے غلطی بھی واقع ہو جاتی ہے۔

سلسلہ زیر بحث میں دو باتیں اور بھی قابل ذکر ہیں:

تحقیقات حدیث۔ (۱) ————— ۶۷ ————— جرح و تعدیل کا تدبیری ارتقا

ایک تو یہ کہ علمی افادہ و استفادہ کی عام طور پر دو صورتیں رائج رہی ہیں، اولاً یہ کہ شاگرد سوال کریں اور استاد جواب دے، ثانیاً یہ کہ استاد خود ہی شاگردوں کو اپنے تجربات سے مستفید کرے۔ اصحاب جرح و تعدیل کے یہاں بھی یہ دونوں صورتیں ابتداء ہی سے ملتی ہیں، یہاں اس کے لیے الگ سے مثالیں پیش کرنے کی ضرورت نہیں۔ گزشتہ صفحات میں اس کے شواہد بکثرت موجود ہیں، ان کی طرف مراجعت کی جاسکتی ہے۔

دوسری قابل ذکر بات یہ ہے کہ صحابہ کرام اور کبار تابعین کے عہد میں جھوٹے راویوں اور جھوٹی روایتوں کا سلسلہ اگرچہ شروع ہو چکا تھا، لیکن بحیثیت مجموعی ان راویوں اور ایسی روایتوں کی تعداد بہت تھوڑی تھی۔ اس لیے ان حضرات کو راویان حدیث کے بارے میں بہت زیادہ تحقیق و تفتیش اور پھر جرح و تعدیل کی ضرورت بھی پیش نہیں آئی۔ یہی سبب ہے کہ اس عہد میں جرح و تعدیل کے اتوال بہت کم ملتے ہیں۔

پھر اس وقت کی ایک بڑی سہولت یہ بھی تھی کہ کسی بھی بے بنیاد روایت کی حقیقت جاننے اور جھوٹ کا پردہ فاش کرنے کے لیے صحابہ کرام کی طرف رجوع کیا جاسکتا تھا۔ چنانچہ جب حضرت انسؓ بن مالک کی وفات ہوئی تو مؤرق الحلبي ابو معتمر البصری نے کہا کہ آج نصف علم چلا گیا۔ لوگوں نے پوچھا یہ کیسے؟ انہوں نے جواب دیا کہ جب اہل بدعت میں سے کوئی شخص حدیث کے معاملے میں ہماری مخالفت کرتا تھا تو ہم کہتے کہ آؤ! اس کے پاس چلیں جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست حدیثیں سنی ہیں:

لما مات انس بن مالک، قال مؤرق: ذهب اليوم نصف علم، قيل:

كيف ذالك؟ قال: كان الرجل من أهل الأهواء إذا خالفنا في

الحديث قلنا: تعال إلى من سمعه من النبي صلى الله عليه وسلم (۹۱)۔

اب ہم تابعین کے اگلے طبقے کی طرف منتقل ہوتے ہیں۔ جرح و تعدیل کے نقطہ نظر سے

اس طبقے میں سب سے زیادہ اہمیت ایوب سختیانی (۶۸-۱۳۱ھ) کو حاصل ہے۔ ان کے علاوہ

سلیمان التیمی (۳۶-۱۴۳ھ)، سعد بن ابراہیم (۵۳-۱۲۵ھ)، زہری (۵۸-۱۲۴ھ)، قتادہ

(۶۰-۱۱۸ھ)، عبد اللہ بن عون (۶۶-۱۵۱ھ) اور یونس بن عبید (۶۸-۱۴۰ھ) بھی اس طبقے

کے اہم افراد ہیں۔

تحقیقات حدیث۔ ﴿۱﴾ ————— ۶۸ ————— جرح و تعدیل کا تذکرہ جی ارتقا

یہ ایک حقیقت ہے کہ جرح و تعدیل کا فن بڑی حد تک اجتہادی ہے، یعنی اصحاب جرح و تعدیل اپنے علم، مطالعے اور بصیرت کی بنیاد پر کسی راوی کے بارے میں کوئی رائے قائم کرتے ہیں۔ اکثر و بیشتر ان کی رائیں حقیقت پر مبنی اور مطابق واقعہ ہوتی ہیں، لیکن مختلف اسباب و وجوہ کی بنا پر کبھی کبھی فیصلے میں ان سے غلطی بھی ہو جاتی ہے۔ ایسی صورت میں بالعموم ان کے معاصرین یا بعد میں آنے والے اصحاب فن ان کی تصحیح کر دیا کرتے ہیں۔ ہماری معلومات کی حد تک اس مستحسن روایت کا آغاز اسی طبقے سے ہوتا ہے۔ اس کی مثال میں حضرت ابن عباسؓ کے تلمیذ رشید عکرمہ کا نام پیش کیا جاسکتا ہے، جیسا کہ گزشتہ صفحات میں تفصیل کے ساتھ نقل کیا گیا، ان کے بارے میں ان کے متعدد نامور معاصرین کی رائے اچھی نہ تھی، لیکن ایوب سختیانی نے ان بزرگوں کی آراء سے اختلاف کیا۔ ایک موقع پر جب ان سے عکرمہ کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ اگر وہ میرے نزدیک ثقہ نہ ہوتے تو میں ان کی روایتیں نہ لکھتا:

لو لم یکن عندی ثقۃ، لم اکتب عنہ (۹۲)۔

ایک دوسرے موقع پر جب ان سے کہا گیا کہ کیا آپ لوگ عکرمہ کو متہم سمجھتے تھے؟ تو جواب دیا کہ میں تو انہیں متہم نہیں سمجھتا تھا:

قل لأیوب: أکتتم تہمون عکرمۃ؟ قال: أما أنا فلم اکن اتہمہ (۹۳)۔

ایوب نے کس بنا پر اپنے پیش روؤں کی آراء سے اختلاف کیا؟ اس سلسلے میں ان کے موقف کو سمجھنے کے لیے درج ذیل روایات کا مطالعہ مفید ہوگا۔

ایوب خود ہی روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایتوں کے حفاظ سعید بن جبیر، عطاء اور طاؤس وغیرہ عکرمہ کے پاس جمع ہوئے۔ انہیں بٹھایا اور ان سے حضرت ابن عباسؓ کی مختلف روایات کے بارے میں سوالات شروع کیے۔ جب بھی وہ کوئی حدیث بیان کرتے، سعید بن جبیر ان کی تصدیق کرتے، تا آنکہ ان سے کہا گیا کہ سورۃ کہف میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر کے واقعے کے تحت جس مچھلی ٹخنوں کے بقدر پانی میں ان دونوں کے ساتھ ساتھ چل رہی تھی۔ اس پر سعید بن جبیر نے کہا کہ میں حضرت ابن عباسؓ کے بارے میں گواہی دیتا ہوں، انہوں نے یہ فرمایا تھا کہ وہ دونوں اسے ایک ٹوکے میں اٹھائے ہوئے ساتھ

تحقیقات حدیث۔ ﴿۱﴾ ————— ۶۹ ————— جرح و تعدیل کا تدریجی ارتقا
ساتھ چل رہے تھے۔ اس روایت کو نقل کر کے ایوب سختیانی کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ حضرت
ابن عباسؓ سے دونوں قول مروی ہیں:

أراه كان يقول القولين جميعاً (۹۴)۔

ایوب سختیانی کے قول کا منشا یہ ہے کہ عکرمہ اور سعید بن جبیر دونوں کی روایتیں اپنی اپنی جگہ
درست ہو سکتی ہیں، اس لیے محض اس بنیاد پر عکرمہ کی تکذیب نہیں کی جاسکتی۔ اسی طرح کا ایک
بیان زہری کا بھی ہے۔

ابوبکر الہذلی کہتے ہیں کہ میں نے زہری سے کہا کہ عکرمہ اور سعید بن جبیر کے مابین اس
بارے میں اختلاف ہے کہ قرآن پاک کی آیت:

﴿إِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ﴾ (سورہ حجر، آیت ۹۵)

میں جن ”مستہزنین“ کا ذکر آیا ہے، ان میں سے ایک کا مصداق کون ہے؟ سعید بن جبیر کہتے
ہیں کہ وہ حارث بن غیطلہ ہے اور عکرمہ کہتے ہیں کہ حارث بن قیس ہے۔ زہری نے جواب دیا کہ
دونوں اپنی اپنی جگہ درست کہتے ہیں۔ اس کی ماں غیطلہ کہلاتی تھی اور باپ قیس کہلاتا تھا:

قال أبو بكر الهذلي: قلت للزهري: إن عكرمة وسعيد بن جبیر اختلافًا

في ”رجل من المستهزئين“، فقال سعيد: الحارث بن غیطلة، وقال

عكرمة: الحارث بن قيس، فقال: صدقا جميعاً، كانت أمه تدعى

غیطلة، وكان أبوه يدعى قيساً (۹۵)۔

اس کے علاوہ راوی پر جرح سے متعلق اہم امور، جن کی جانب، اس عہد میں توجہ دلائی گئی یہ

ہیں:

(لوس: بحیثیت انسان کسی شخص کا اچھا اور قابل تعریف ہونا اور راوی کی حیثیت سے اس کا

مقبول و معتبر ہونا دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ حماد بن زید کہتے ہیں:

قال أيوب: إن لي جارا ثم ذكر من فضله، ولو شهد على تمرتين ما

رأيت شهادته جائزة (۹۶)۔

”ایوب نے کہا کہ میرا ایک پڑوسی ہے، پھر اس کی خوبیوں کا ذکر کیا، پھر کہا کہ وہ اگر

دو کھجوروں کے بارے میں بھی گواہی دے تو میں اس کی گواہی کو درست نہیں سمجھوں

تحقیقات حدیث۔ ﴿۱﴾ ————— ۷۰ ————— جرح و تعدیل کا ترجمہ
 ”گا۔“

ب: راوی حدیث کے بارے میں یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ فہن حدیث، اس کے اصول و آداب اور تقاضوں سے بھی واقف ہے یا نہیں؟ حماد بن زید روایت کرتے ہیں:

ذکر فرقد عند یوب، فقال: إن فرقداً ليس صاحب حديث (۹۷)۔
 ”ایوب کے سامنے فرقد بن یعقوب السجی کا ذکر آیا تو انہوں نے کہا کہ فرقد صاحب حدیث نہیں۔“

ج: ایسا راوی جس کے یہاں غرائب کی کثرت ہو، اس سے احتراز کرنا چاہیے۔ حماد بن زید کہتے ہیں:

كان رجل قد لزم أيوب وسمع منه، ففقده أيوب، فقالوا له: يا أبا بكر أنه قد لزم عمرو بن عبيد، قال حماد: نبينا أنا يوماً مع أيوب وقد بكرنا إلى السوق، فاستقبله الرجل، فسلم عليه أيوب وسأله، ثم قال له أيوب: بلغني أنك لزممت ذالك الرجل، قال حماد: سمّاه يعني عمرواً، قال: نعم يا أبا بكر أنه يجيئنا بأشياء غرائب، قال: يقول له أيوب: نفر أو نفر من تلك الغرائب (۹۸)۔

”ایک شخص ایوب کے ساتھ لگ گیا، ان سے روایتیں سنیں، پھر لاپتہ ہو گیا، لوگوں نے کہا کہ اے ابوبکر! وہ عمرو بن عبید کے ساتھ لگ گیا ہے۔ حماد کہتے ہیں کہ ایک روز میں ایوب کے ساتھ تھا، ہم لوگ منہ اندھیرے بازار کی طرف چلے جا رہے تھے کہ وہ آدمی سامنے سے آتا ہوا دکھائی دیا۔ ایوب نے اسے سلام کیا، اس کا حال پوچھا، پھر کہا کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم فلاں شخص کے ساتھ لگ گئے ہو؟ حماد کہتے ہیں کہ انہوں نے اس کا یعنی عمرو کا نام لیا۔ اس آدمی نے جواب میں کہا کہ ہاں اے ابوبکر! وہ ہمیں عجیب عجیب روایتیں سناتا ہے۔ ایوب نے کہا کہ ہم انہی غرائب سے بھاگتے ہیں یا یہ کہا کہ ڈرتے ہیں۔“

د: فاسد العقیدہ راوی بھی قابل احتراز ہے۔ عمرو بن عبید پر اس پہلو سے بھی جرح کی گئی ہے۔ سلام بن ابی مطیع کہتے ہیں:

تحقیقات حدیث۔ ﴿۱﴾ ————— ۷۱ ————— جرح و تعدیل کا تذریجی ارتقا

بلغ ایوب بنی آتی عمرواً، فاقبل علی یوما، فقال: أرايت رجلاً لا تأمنه علی دینہ، کیف تأمنه علی الحدیث؟ (۹۹)۔

”ایوب کو اطلاع ملی کہ میں عمرو بن عبید کے پاس آتا جاتا ہوں، تو ایک دن وہ میرے روبرو آئے اور مجھ سے کہا کہ یہ بتاؤ، تم جس پر دین کے معاملے میں اعتماد نہیں کرتے، اس پر حدیث کے معاملے میں کیسے اعتماد کر سکتے ہو؟“

یہاں ضمناً عمرو بن عبید کی ایک روایت کا ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے، جسے سن کر ایوب سختیابی نے اس کی تکذیب کی تھی اور غالباً اسی قسم کی روایات کی بنیاد پر انہوں نے اس کے بارے میں فاسد العقیدہ اور بد دین ہونے کا حکم بھی لگایا تھا۔ روایت ہے:

قیل لأیوب: إن عمرو بن عبید روی عن الحسن أن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قال: إذا رأیت معاویة علی منبری فاقتلوه، قال: کذب (۱۰۰)۔

”ایوب سے کہا گیا کہ عمرو بن عبید حسن بصری سے روایت کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم لوگ معاویہ کو میرے منبر پر دیکھو تو قتل کر دو۔ ایوب نے کہا کہ وہ جھوٹ بولتا ہے۔“

تاریخ کی مدد سے کسی راوی کی کذب بیانی ثابت کرنے کی اولین کوششیں بھی غالباً اسی عہد سے تعلق رکھتی ہیں، اس سلسلے میں درج ذیل روایت ملاحظہ ہو۔ ہام کہتے ہیں:

دخل أبو داود الأعمی علی قتادة، فلما قام، قالوا: إن هذا يزعم أنه لقى ثمانی عشر بدریاً، فقال قتادة: هذا كان سائلاً قبل الجارف لا يعرض لشیشی من هذا ولا يتكلم فيه، فوالله ما حدثنا الحسن عن بدری مشافهة، ولا حدثنا سعید بن المسیب عن بدری مشافهة إلا عن سعد بن مالک (۱۰۱)۔

ابوداؤد اعمی ایک دن قتادہ کے پاس آیا، جب مجلس سے اٹھا تو لوگوں نے بتایا کہ یہ کہتا ہے کہ اس نے اٹھارہ بدری صحابہ سے ملاقات کی ہے، قتادہ نے کہا کہ وہ تباہ کن طاعون سے پہلے گداگری کرتا پھرتا تھا، علم حدیث سے نہ اس کا اشتغال تھا، نہ اس

تحقیقات حدیث۔ ﴿۱﴾ ————— ۷۲ ————— جرح و تعدیل کا تذکرہ جی ارتقا

فن میں کچھ گفتگو کرتا تھا، بخدا نہ تو حسن بصری نے کسی بدری صحابی سے براہ راست سنی ہوئی کوئی روایت ہم سے بیان کی اور نہ سعید بن المسیب نے، ہاں! حضرت سعد بن مالک سے سعید بن المسیب کا سماع ثابت ہے۔“

اہل بدعت یا اہل اہوا کی اصطلاح کبار تابعین کی طرح اس عہد میں بھی مروج رہی ہے اور قدریہ، مرجہ وغیرہ کے خلاف اس طبقے کے تابعین نے بھی شدید تفرک اظہار کیا ہے۔ اس سلسلے میں بعض بیانات ملاحظہ ہوں:

یونس بن عبید کہتے ہیں:

لا يمكن أحدكم سماعه من أصحاب الأهواء (۱۰۲)۔

”تم لوگ بندگانِ ہوا و ہوس کی باتیں ہرگز نہ سننا۔“

ایک موقع پر جب انہیں معلوم ہوا کہ ان کے کوئی بیٹے عمرو بن عبید کی مجلس میں گئے تھے، تو انہوں نے غضب ناک ہو کر فرمایا:

إنهاك عن الزنا، والسرقه وشرب الخمر ولأن تلقى الله بهن أحب

إلى من أن تلقاه برأى عمرو، وأصحاب عمرو (۱۰۳)۔

”میں تمہیں زنا، چوری اور مے خواری سے روکتا ہوں، پھر اگر تم ان گناہوں سے آلودگی کی حالت میں اللہ تعالیٰ کا سامنا کرو، تو وہ مجھے زیادہ پسند ہے بہ نسبت اس کے کہ تم عمرو اور اس کے ہمراہیوں کے نظریے و خیال کے ساتھ اس کے حضور میں جاؤ۔“

یحییٰ بن ابی کثیر (م: ۱۲۹ھ) کہتے ہیں:

إذا رأيت المبتدع في طريق فخذ في غيره (۱۰۴)۔

”اگر کسی راستے میں بدعتی پر نظر پڑ جائے تو راستہ بدل دو۔“

سعید بن عامر روایت کرتے ہیں:

مرض سليمان التيمي، فبكي، فقيل: ما يبكيك؟ قال: مررت على

قدري، فسلمت عليه، فأخاف الحساب عليه (۱۰۵)۔

”سليمان تمہی بیمار ہوئے تو رونے لگے۔ لوگوں نے پوچھا آپ کیوں رورہے ہیں؟

تحقیقات حدیث۔ ﴿۱﴾ ————— ۷۳ ————— جرح و تعدیل کا تذکرہ جی ارتقا

انہوں نے جواب دیا کہ ایک بار میرا گزر ایک ایسے شخص کے پاس سے ہوا جو فرقہ قدریہ سے تعلق رکھتا تھا، میں نے اسے سلام کر دیا، میں ڈرتا ہوں کہیں اس پر میرا محاسبہ نہ ہو جائے۔“

سلیمان التیمی کے بارے میں یہ بھی روایت ہے کہ وہ حدیث سنانے سے پہلے طالب حدیث کا عقیدہ معلوم کرتے تھے۔ خاص طور پر عقیدہ قدر سے اس کی برأت کی قسم لیتے تھے، تب حدیث سناتے تھے (۱۰۶)۔ ایک بار انہوں نے ایک شخص سے کہا:

نشدتک باللہ اجمعی أنت؟ فقال: ما أفطنک، من أين تعرفنی؟ (۱۰۷)۔

”تجھے خدا کا واسطہ، کیا تو فرقہ جمیہ سے تعلق رکھتا تھا؟ اس نے جواب دیا آپ کس قدر زیرک ہیں، مجھے کہاں سے پہچانتے ہیں؟“
سلام بن مطیع روایت کرتے ہیں:

رأى أيوب رجلاً من أهل الأهواء، فقال: إنسى لأعرف الذلة في وجهه (۱۰۸)۔

”ایوب نے اہل اہوا میں سے ایک شخص کو دیکھا تو فرمایا کہ میں اس کے چہرے پر ذلت کے آثار کی شناخت کر رہا ہوں۔“

اس طبقے کے تابعین سے مختلف راویوں کے بارے میں جرح کے جو کلمات منقول ہیں، ان میں سے بعض ذیل میں نقل کیے جاتے ہیں:

ایوب سختیانی، ابوامیہ عبدالکریم بھری کے بارے میں فرماتے ہیں:

كان غير ثقة، لقد سألني حديثاً لعكرمة، ثم قال: سمعت عكرمة (۱۰۹)
”وہ غیر ثقہ تھا، اس نے مجھ سے عکرمہ کی ایک حدیث کے بارے میں دریافت کیا، پھر کہنے لگا کہ میں نے عکرمہ سے سنا ہے۔“

ایک اور راوی کے بارے میں فرمایا:

لم يكن بمستقيم اللسان (۱۱۰)۔

”اس کی زبان درست نہ تھی۔“

تحقیقات حدیث۔ ﴿۱﴾ ————— ۷۴ ————— جرح و تعدیل کا تدریجی ارتقا

ایک دوسرے راوی کے بارے میں فرمایا:

یزید فی الرقم (۱۱۱)۔

”وہ قیمت بڑھا دیا کرتا ہے۔“

ابوالزبیر محمد بن مسلم بن تیز کے بارے میں ان کا قول ہے:

حدثنا أبو الزبير وأبو الزبير أبو الزبير (۱۱۲)۔

”ہم سے ابوالزبیر نے بیان کیا اور ابوالزبیر ابوالزبیر ہیں۔“

امام احمد فرماتے ہیں کہ اس سے ابوالزبیر کی تضعیف مراد ہے (۱۱۳)۔

یونس بن عبید کہتے ہیں:

ما استخف الحسن شيعي ما استخفه القدر (۱۱۴)۔

”عقیدہ قدر نے حسن بصری کی حیثیت کم کر دی۔“

انہی کا قول ہے:

كان عمرو بن عبيد يكذب في الحديث (۱۱۵)۔

”عمرو بن عبید حدیث میں کذب بیانی کرتا ہے۔“

عبداللہ بن عون شہر بن خوشب کے بارے میں فرماتے ہیں:

إن شهر نزكوه (۱۱۶)۔

”لوگوں نے شہر کو نیزے مارے ہیں۔“

اب توشیح و توصیف کے کلمات بھی ملاحظہ ہوں۔ مندرجہ ذیل اقوال ایوب سختیانی کے ہیں:

ما رأيت أحدا أعلم من الزهري (۱۱۷)۔

”میں نے زہری سے زیادہ علم والا کوئی نہیں دیکھا۔“

ما قدم علينا أحد من الكوفة أفضل من سفیان الثوري (۱۱۸)۔

”سفیان ثوری سے افضل کوئی شخص کوفہ سے ہمارے پاس نہیں آیا۔“

لا يفقه رجل، لا يدخل حجرة سعيد بن أبي عروبة (۱۱۹)۔

”جو شخص سعید بن ابی عروبہ کی کونٹری میں داخل نہ ہو فقیہ نہیں ہو سکتا۔“

ليس أحد أفضل لحديث حميد بن هلال من سليمان بن المغيرة (۱۲۰)

تحقیقات حدیث۔ ﴿۱﴾ ————— ۷۵ ————— جرح و تعدیل کا ترجمہ اور حقا

”حمید بن ہلال کی احادیث کے سلسلے میں سلیمان بن مغیرہ سے افضل کوئی نہیں ہے“
 قال وہیب: کان يقول لنا أيوب: خذوا من سليمان بن المغيرة (۱۳۱)۔
 ”وہیب کہتے ہیں ہم سے ایوب کہا کرتے تھے کہ سلیمان بن مغیرہ سے روایات لیا
 کرو۔“

درج ذیل اقوال قنادہ کے ہیں:

ما رأيت أعلم من سعيد ابن المسيب (۱۳۲)
 ”میں نے سعید بن المسیب سے زیادہ علم والا نہیں دیکھا۔“
 ما رأيت شريف قوم أفضّل من الأحنف (۱۳۳)۔
 ”میں نے احنف سے زیادہ افضل کوئی سردار قوم نہیں دیکھا۔“
 أعلم من بقى بالتفسير مجاهد (۱۳۴)۔

”اب جولوگ باقی بچے ہیں، ان میں تفسیر کے سب سے بڑے عالم مجاہد ہیں۔“
 كان اعلام التابعين أربعة: كان عطاء أعلمهم بالمناسك، وكان سعيد
 بن جبير أعلمهم بالتفسير، وكان عكرمة أعلمهم بسيرة النبي صلى
 الله عليه وسلم، وكان الحسن من أعلم الناس بالحلال والحرام (۱۳۵)
 ”کبار تابعین چار تھے: عطاء بن ابی رباح عبادات کے سب سے بڑے عالم تھے،
 سعید بن جبیر تفسیر کے، عکرمہ سیرت نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے اور حسن
 بصری حلال اور حرام کے۔“

یہ دونوں بیانات ابن عون کے ہیں:

ثلاثة ما رأيت مثلهم: محمد بن سيرين بالعراق، والقاسم بن محمد
 بالحجاز، ورجاء بن حيوة بالشام (۱۳۶)۔

”تین شخصیتیں ایسی ہیں، جن کی نظیر میری نگاہ سے نہیں گزری: عراق میں محمد بن
 سیرین، حجاز میں قاسم بن محمد اور شام میں رجاء بن حیوۃ۔“

ما أبو الزبير يدون عطاء بن أبي رباح (۱۳۸)۔

”ابو الزبیر عطاء بن ابی رباح سے کہتے ہیں۔“

تحقیقات حدیث۔ (۱۶) ————— ۷۶ ————— جرح و تعدیل کا تدریجی ارتقا

یہ قول سعد بن ابراہیم کا ہے:

هذا ابن أبي ذئب، وهو عندي ثقة (۱۲۸)۔

”یہ ابن ابی ذئب ہیں اور وہ میرے نزدیک ثقہ ہیں۔“

یہ قول زہری کا ہے:

لو رأيت طاووساً علمت إنه لا يكذب (۱۲۹)۔

”اگر تم نے طاووس کو دیکھا ہو تا تو جان لیتے کہ وہ جھوٹ نہیں بولتے ہیں۔“

کبار تابعین میں کن حضرات کی روایت معنی کے لحاظ سے ہوتی تھی اور کون لوگ الفاظ

حدیث کی پابندی کرتے تھے؟ اس سلسلے میں ابن عون کا قول ملاحظہ ہو:

كان إبراهيم والشعبي والحسن يأتون بالحديث على المعاني، وكان

القاسم وابن سيرين، ورجاء يعيدون الحديث على حروفه (۱۳۰)۔

”ابراہیم نخعی، شعبی اور حسن بصری معنی حدیث کی روایت کرتے تھے اور قاسم بن محمد

بن ابی بکر، ابن سیرین اور رجاء بن حیوہ حدیث کو لفظ بہ لفظ دہراتے تھے۔“

یہ سوال کہ فلاں تابعی کا سماع فلاں صحابی سے ہے یا نہیں؟ اور اگر ہے تو کتنی احادیث میں

ہے؟ اس قسم کے سوالات کا سلسلہ اسی عہد سے شروع ہوتا ہے، یونس بن عبید کہتے ہیں:

لم يسمع الحسن من أبي هريرة (۱۳۱)۔

”حضرت ابو ہریرہؓ سے حسن بصری کا سماع ثابت نہیں۔“

ابن عون فرماتے ہیں:

كان محمد لا يرفع من حديث أبي هريرة إلا ثلاثة أحاديث (۱۳۲)۔

”حضرت ابو ہریرہؓ سے محمد بن سیرین نے صرف تین حدیثیں سنی ہیں۔“

قنادہ کہتے ہیں:

ما شانه الحسن بدريا بحديث (۱۳۳)۔

”حسن بصریؓ نے کسی بدری صحابی سے کوئی حدیث نہیں سنی۔“

عہد تبع تابعین

تحقیقات حدیث۔ ۷۷ ————— جرح و تعدیل کا تدریجی ارتقا
یہ ایک حقیقت ہے کہ صحابہ کرام اور تابعین کے عہد میں جرح و تعدیل کا ابتدائی ثبوت تو ملتا ہے، لیکن ایک باقاعدہ علم اور فن کی حیثیت اسے قلع تابعین کے عہد میں حاصل ہوئی۔ اس ضمن میں تاریخی ترتیب اور کارناموں کی عظمت و اہمیت ہر دو لحاظ سے ابو بسطام شعبہ بن الحجاج (۸۰-۱۶۰ھ) کا نام سرفہرست ہے۔ ہم آئندہ صفحات میں یہ بتانے کی کوشش کریں گے کہ اس فن کے ارتقا اور فروغ و استحکام میں ان کا کیا حصہ ہے؟

اس گفتگو کا آغاز ہم علامہ ذہبی کی ایک عبارت سے کرتے ہیں، موصوف شعبہ کی شان و عظمت کے بارے میں رقم طراز ہیں:

كان أبو بسطام إماماً، ثباتاً، حجةً، ناقداً، جهيداً، صالحاً، زاهداً، قانعاً بالمقومة، رأساً في العلم والعمل، منقطع القرين، وهو أول من جرح وعَدَّل، أخذ عنه هذا الشأن يحيى بن سعيد القطان، وابن مهيدي، طائفة. وكان سفيان الثوري يخضع له ويحمله ويقول: شعبة أمير المؤمنين في الحديث، وقال الشافعي: لو لا شعبة لما عرف الحديث بالعراق (۱۳۳)۔

”ابو بسطام شعبہ امام، ثبات، حجت، ناقد، کھرے کھوٹے کو پرکھنے والے، صالح، زاہد، قناعت پسند، علم و عمل میں ممتاز اور اپنی نظیر آپ تھے، وہ جرح و تعدیل کے امام اول ہیں، یحییٰ بن سعید القطان، عبد الرحمن بن مہدی اور ایک جماعت نے جرح و تعدیل کا فن ان ہی سے سیکھا ہے، سفیان ثوری ان کے سامنے بچھے جاتے، ان کا اعزاز و اکرام کرتے اور فرمایا کرتے تھے کہ شعبہ حدیث میں امیر المؤمنین ہیں۔ امام شافعی کا قول ہے کہ اگر شعبہ نہ ہوتے تو اہل عراق علم حدیث سے نا آشنا رہ جاتے“

عہد تابعین میں علم حدیث سے اشتغال رکھنے والوں کی بیشتر توجہ احادیث و آثار کے حفظ و روایت کی طرف مبذول رہتی تھی۔ رجال کی تحقیق و تفتیش، اسانید کی جانچ پرکھ اور احادیث کی علتوں کی نشاندہی کی جانب کم توجہ دیتے تھے۔ ایسا کسی تساہلی کی بنا پر نہ تھا، بلکہ اس کے کئی اسباب تھے۔ ایک سبب تو یہ تھا کہ ضعیف کی تعداد کم تھی، دوسرے سرکردہ اور نامور محدثین کی موجودگی کی بنا پر انہیں معاشرے میں اعتبار و وقار حاصل نہ تھا، تیسرے ضعیف کی باہم مخالفت کی وجہ سے غیر معتبر

تحقیقات حدیث۔ (۱) ————— ۷۸ ————— جرح و تعدیل کا تدبیری ارتقا
 سمجھے جاتے تھے، دیدہ و دانستہ جھوٹ بولنے والے راویوں کی تعداد بھی کم تھی۔ چوتھے سلسلہ سند
 طویل نہ تھا، ایک یا دو واسطوں سے صحابی تک پہنچا جاسکتا تھا۔ پانچویں یہ کہ بعض صورتوں میں صحابہ
 کرام سے مراجعت کی سہولت بھی حاصل تھی، لیکن تیج تابعین کے عہد تک آتے آتے صورت حال
 بڑی حد تک بدل گئی۔ صحابہ کرام دنیا سے رخصت ہو گئے، سندوں کا سلسلہ طویل ہو گیا، کذب بیانی
 و دروغ بانی کا رواج بڑھ گیا، تابعیت کے بہت سے جھوٹے مدعی پیدا ہو گئے (۱۳۵) اور غیر معتبر
 راویوں اور روایاتوں کی تعداد بتدریج بڑھنے لگی۔ ان حالات کے پیش نظر ضروری تھا کہ حفظ آثار
 و روایات کے ساتھ ساتھ تحقیق اسانید اور تفتیش رجال کی طرف زیادہ توجہ صرف کی جائے اور صحیح
 و سقیم احادیث کے درمیان خط فاصل کھینچنے کا عمل تیز تر کر دیا جائے۔

شعبہ کی پہلی خصوصیت یہ ہے کہ تاریخی طور پر یہ کارنامہ سب سے پہلے ان ہی نے انجام دیا۔
 وہ خود فرماتے ہیں:

ما أعلم أحداً أفتش الحديث كفتيشي (۱۳۶)۔

”میری طرح حدیث کے بارے میں تفتیش کرنے والا میرے علم میں کوئی نہیں ہے“
 راویوں پر نقد جرح سے انہیں جو شغف تھا، اس کی مثال بھی ان سے پہلے کسی اور کے یہاں
 نہیں ملتی۔ انہوں نے اس کے لیے ”اللہ واسطے غیبت“ کی اصطلاح وضع کی تھی۔ وہ اپنے رفقا
 و احباب کو بھی اس کی طرف متوجہ کرتے رہتے تھے۔ نضر بن شمل کہتے ہیں:

سمعت شعبة يقول: تعالوا نغتاب في الله. يريد الكلام في
 الشيوخ (۱۳۷)۔

”میں نے شعبہ کو کہتے ہوئے سنا: آؤ اللہ واسطے غیبت کریں۔ مراد یہ تھی کہ آؤ
 راویوں پر کلام کریں۔“

شعبہ روایت حدیث، صحیح اور تعدیل رجال وغیرہ، ہر معاملے میں غایت درجہ محتاط، بلکہ
 شدت پسند واقع ہوئے تھے۔ چنانچہ وہ اپنے شیوخ سے ان کی مرویات کو بار بار سننا پسند کرتے اور
 درمیان میں انہیں ٹوکے بھی رہتے تھے کہ آپ نے یہ روایت کس سے سنی؟ اس میں کوئی شبہ تو نہیں
 ہے؟ وغیرہ۔ اس سلسلے میں چند بیانات ملاحظہ ہوں:

۱۔ عبد اللہ بن دینار نے انہیں حضرت ابن عمرؓ کی ایک حدیث سنائی، اس پر انہوں نے سوال

تحقیقات حدیث۔ (۱۰) ————— ۷۹ ————— جرح و تعدیل کا تذکرہ جی ارتقا کیا:

أنت سمعته منه؟ قال: نعم (۱۳۸)۔

”کیا آپ نے یہ روایت حضرت ابن عمرؓ سے سنی ہے؟ انہوں نے جواب دیا ہاں۔“

۲۔ حضرت براء بن عازبؓ کی ایک حدیث: ”من مخ مطبوع ورق الخ“ کے بارے میں شعبہ کہتے ہیں:

سألت طلحة بن مصرف عن هذا الحديث أكثر من عشرين مرة ولو كان غیری قال: ثلاثين مرة (۱۳۹)۔

”میں نے اس حدیث کے بارے میں طلحہ بن مصرف سے بیس مرتبہ سے زائد سوال کیا۔ میرے علاوہ کوئی دوسرا ہوتا تو وہ تیس مرتبہ کہتا۔“

۳۔ ایک حدیث کے بارے میں انہوں نے ابو مسر سے پوچھا:

أسمعته من إبراهيم؟ قال: هو قوله (۱۴۰)۔

”کیا آپ نے یہ روایت ابراہیم نخعیؓ سے سنی ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں، یہ انہی کا قول ہے۔“

۴۔ خود شعبہ کا بیان ہے:

كنت أجالس قتادة، فيذكر الشيء، فأقول: كيف أسنده؟ (۱۴۱)۔

”میں قتادہ کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا، وہ کچھ ذکر کرتے تو پوچھتا کہ اس کی سند کیا ہے؟“

۵۔ حماد بن زید کہتے ہیں:

ما ابالي من خالفني إذا وافقني شعبة، لأن شعبة كان لا يرضى أن يسمع الحديث مرة، يعاود صاحبه مراراً، ونحن كنا إذا سمعناه مرة اجتنبنا به (۱۴۲)۔

”اگر شعبہ کسی حدیث کی روایت میں میری موافقت کریں تو پھر مجھے کسی کی مخالفت کی پرواہ نہیں ہے، کیونکہ انہیں کسی حدیث کا صرف ایک بار سننا پسند نہ تھا، وہ بار بار صاحب حدیث سے مراجعت کرتے تھے، اور ہم لوگ صرف ایک بار کے سننے پر اکتفا کر لیتے تھے۔“

تحقیقات حدیث - (۱۰) ————— ۸۰ ————— جرح و تعدیل کا تدریجی ارتقا

۶۔ ابوالولید کہتے ہیں:

سألت شعبۃ عن حدیث، فقال: لا أحدک لانی سمعته من أبی عون مرة واحدة (۱۴۳)۔

”میں نے شعبہ سے ایک حدیث کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ میں وہ حدیث تم سے بیان نہیں کروں گا، کیونکہ میں نے اسے ابوعون سے صرف ایک مرتبہ سنا ہے۔“

احادیث کے سلسلے میں قطعیت پسندی، صحت کے یقین اور ہر قسم کے شکوک و شبہات کے ازالے پر اصرار کی بنا پر انہوں نے تحقیق اسانید کا بھی ایک بلند معیار قائم کیا۔ چنانچہ ”تدلیس“ (۱۴۳) اور ”ارسال“ (۱۴۵) کے مسائل و مباحث جس شدت، صراحت اور کثرت کے ساتھ شعبہ نے اٹھائے، اس کی مثال ان سے پہلے کسی اور کے یہاں نہیں ملتی، مثلاً یہ کہ کس تابعی کا کس صحابی سے سماع ثابت ہے اور کس سے ثابت نہیں؟ اگر ثابت ہے تو کتنی احادیث سماع پر مبنی ہیں؟ اور کتنی مرسل ہیں؟ اسی طرح تابعین میں کس کا کس سے سماع ثابت ہے؟ وغیرہ۔ اس ضمن میں شعبہ کے بعض بیانات ملاحظہ ہوں:

۱۔ لم یدرک عبد الرحمن بن ابی علیٰ (۱۴۶)۔

”عبدالرحمن بن ابی علی نے حضرت علیؓ کو نہیں پایا۔“

۲۔ أبو المہلب لم یسمع عن أبی بن کعب (۱۴۷)۔

”ابوالمہلب نے حضرت ابی بن کعبؓ سے نہیں سنا۔“

۳۔ شعبۃ ینکر مجاہد سمع عائشۃ (۱۴۸)۔

”شعبہ کے نزدیک مجاہد کا حضرت عائشہؓ سے سماع ثابت نہیں۔“

۴۔ شعبۃ ینکر أبو رزین سمع ابن مسعود (۱۴۹)۔

”شعبہ کے نزدیک ابو رزین کا حضرت ابن مسعودؓ سے سماع ثابت نہیں۔“

۵۔ شعبۃ ینکر أن یکون الضحاک بن مزاحم لقی ابن عباس

قط (۱۵۰)۔

”شعبہ کے نزدیک ضحاک بن مزاحم لقی ابن عباسؓ کے ایک بار بھی ملاقات

تحقیقات حدیث۔ ﴿۱﴾ ————— ۸۱ ————— جرح و تعدیل کا ترجمہ جی ارتقا
ثابت نہیں۔

۶۔ شعبۂ ینکر ابو ظبیان سمع سلمان (۱۵۱)۔

”شعبۂ کے نزدیک ابوظبیان کا حضرت سلمان فارسیؓ سے سماع ثابت نہیں ہے۔“

۷۔ لم یسمع ابو عبد الرحمن السلمي من عثمان (۱۵۲) ولا من عبد

اللہ بن مسعود ولكن قد سمع من علی (۱۵۳)۔

”ابو عبد الرحمن السلمي نے نہ تو حضرت عثمانؓ سے سنا ہے، نہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ

سے، البتہ حضرت علیؓ سے ان کا سماع ثابت ہے۔“

۸۔ لم يدرك ابو البختری علیا ولم يره (۱۵۴)۔

”ابو البختری نے حضرت علیؓ کا زمانہ نہیں پایا اور نہ اس نے انہیں دیکھا ہے۔“

۹۔ قد ادرك ابو العالية رفیع علی بن ابی طالب، ولم یسمع منه

شیئا (۱۵۵)۔

”ابو العالیہ رفیع نے حضرت علیؓ بن ابی طالب کو پایا ضرور ہے، لیکن ان کا حضرت علیؓ

سے کسی حدیث کا سنا ثابت نہیں ہے۔“

۱۰۔ ما أرى محمد بن سيرين سمع من عقبه بن عبد الغافر (۱۵۶)۔

”میرے خیال میں ابن سیرین کا عقبہ بن عبد الغافر سے سماع ثابت نہیں“

۱۱۔ كان شعبۂ يضعف إبراهيم عن علی (۱۵۷)۔

”ابراہیم نخعی کی حضرت علیؓ سے مروی روایات کو شعبہ سند کے لحاظ سے ضعیف سمجھتے تھے“

یعنی ان کے نزدیک حضرت علیؓ سے ابراہیم کا سماع ثابت نہیں۔

۱۲۔ لم يحدثنا أحد أنه سمع عن علقمة إلا أبو قيس (۱۵۸)۔

”علقمہ سے ان کے سماع کی تصریح ابو قیس کے علاوہ کسی اور نے ہم سے نہیں کی۔“

۱۳۔ كان شعبۂ يضعف حديث أبي بشر عن مجاهد، قال: ما سمع منه

شیئا (۱۵۹)۔

”ابو بشر کی مجاہد سے مروی روایات کو شعبہ ضعیف سمجھتے تھے، ان کا قول ہے کہ ابو بشر

نے مجاہد سے نہیں سنا۔“

تحقیقات حدیث۔ (۱۱) ————— ۸۲ ————— جرح و تعدیل کا تدریجی ارتقا

۱۴۔ لم یسمع أبو بشر عن حبيب بن سالم (۱۶۰)۔

”ابو بشر کا حبيب بن سالم سے سماع ثابت نہیں۔“

۱۵۔ لم یسمع أبو إسحاق عن الحارث الأعور إلا أربعة أحاديث (۱۶۱)

”ابو اسحاق السیعی نے حارث اعور سے صرف چار حدیثیں سنی ہیں۔“

۱۶۔ عامر الشعبي عن علي وعطاء عن علي كتاب (۱۶۲)۔

”عامر شععی اور عطاء بن ابی رباح کی حضرت علیؑ سے مروی روایات کتاب پر مبنی ہیں۔“

یعنی حضرت علیؑ سے سنی ہوئی نہیں ہیں، کتاب سے منقول ہیں۔

۱۷۔ كان شعبة يرى أن أحاديث أبي سفيان عن جابر أنما هو كتاب سليمان الیشکری (۱۶۳)۔

”شعبہ کی رائے تھی کہ ابو سفیان کی حضرت جابرؓ سے مروی روایات سلیمان الیشکری کی کتاب سے منقول ہیں۔“

یعنی حضرت جابرؓ سے سنی ہوئی نہیں ہیں۔

۱۸۔ أحاديث الحكم عن مجاهد كتاب، إلا ما قال سمعت (۱۶۴)۔

”حکم کی مجاہد سے مروی روایات کتاب سے منقول ہیں، بجز ان روایات کے جن میں وہ سماع کی تصریح کریں۔“

۱۹۔ أحاديث الحكم عن مقسم كتاب إلا خمسة أحاديث (۱۶۵)۔

”حکم کی مقسم سے مروی احادیث کتاب سے منقول ہیں، بجز پانچ احادیث کے۔“

۲۰۔ كان شعبة يوهن من سلات معاوية بن قرة، يرى أنها عن شهر (۱۶۶)۔

”معاویہ بن قرہ کی مرسل روایات کو شعبہ ضعیف بتاتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ وہ شهر بن حوشب سے مروی ہیں۔“

۲۱۔ سلمان الأغر كان قد لقي أبا هريرة و أبا سعيد (۱۶۷)۔

”سلمان الاغر نے حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت ابوسعید خدریؓ دونوں سے ملاقات

تحقیقات حدیث۔ (۱۸) ————— ۸۳ ————— جرح و تعدیل کا تدربجی ارتقا

کی ہے۔“

۲۲۔ لم یسمع حمید الطویل من انس سوی أربعة وعشرين حدیثاً،
والباقی سمعها وثبتھا فیھا ثابت البنانی (۱۶۸) یعنی فکان یحذف ثابتاً
ویدلسھا فیقول عن انس۔

”حمید الطویل نے حضرت انسؓ سے صرف چوبیس حدیثیں سنی ہیں۔ حضرت انسؓ کی
بقیہ حدیثیں انہیں ثابت البنانی کے واسطے سے پہنچی ہیں۔ یعنی وہ ثابت کو حذف
کر دیتے ہیں اور تدلیس کرتے ہوئے براہ راست حضرت انسؓ سے نقل کرتے
ہیں۔“

راوی اور مروی عنہ کے درمیان سماع کے ثبوت و عدم ثبوت کی تحقیق و تفتیش شعبہ اس شدت
اور انہماک سے اس لیے کرتے تھے کہ انہیں تدلیس سخت ناپسند تھی۔ چنانچہ ان کا قول ہے:

لأن أذنی أحب إلي من أن أدلس (۱۶۹)۔

”تدلیس میرے نزدیک زنا سے بدتر ہے۔“

اسی طرح کہتے ہیں:

لأن أفع من السماء إلى الأرض أحب إلي من أن أدلس (۱۷۰)۔

”آسمان سے زمین پر گر جانا مجھے پسند ہے، لیکن تدلیس پسند نہیں۔“

اپنے شیخ قتادہ کی تدلیس کی وجہ سے وہ ان کی صرف وہی روایتیں لیتے تھے جس میں سماع

وحدیث کی تصریح موجود ہو۔ فرماتے ہیں:

كنت اتفقد فم قتادة، فإذا قال سمعت أو حدثنا، تحفظته وإلا

فتركتہ (۱۷۱)۔

”میں قتادہ کا منہ دیکھتا رہتا تھا، جب وہ ”سمعت“ یا ”حدثنا“ کے صیغے سے

روایت بیان کرتے تو میں اسے یاد کر لیتا ورنہ چھوڑ دیتا۔“

احتمال ارسال کی بناء پر ”معنعن“ (۱۷۲) روایتیں بھی ان کے نزدیک معتبر نہ تھیں، ان کا

قول ہے:

فلان عن فلان مثله لا یجزی (۱۷۳)۔

تحقیقات حدیث۔ ﴿۱﴾ ————— ۸۴ ————— جرح وتحدیل کا تذکرہ
 ”فلاں عن فلاں جیسی سند کافی ہے۔“
 وہ کہا کرتے تھے:

کل حدیث لیس فیہ حدثنا فهو مثل الرجل فی فلاة معہ بعیر بلا خطام (۱۷۴)۔
 ”محدث کی حدیث کی تصریح کے بغیر حدیث کی مثال ایسی ہے جیسے کسی آدمی کے
 ساتھ صحرا میں کوئی شتر بے مہار ہو۔“

سندوں کی تحقیق سے شعبہ کو کس قدر شغف تھا اور اس سلسلے میں ان کا طریق کار کیا تھا؟ اس کا
 اندازہ ان کے بعض واقعات سے بھی لگایا جاسکتا ہے۔
 ۱۔ عبد الرحمن بن مہدی کہتے ہیں:

قال شعبہ: قلت لأبی إسحاق: من حدثک عن علی بن ربیعہ؟ قال:
 كنت ردف علی فلما ركب قال: سبحان الذی سخر لنا هذا، قال:
 سمعت من یونس بن خباب، فأتیت یونس بن خباب، فقلت: من
 حدثک؟ فقال: حدثنی رجل عن علی بن ربیعہ (۱۷۵)۔

”شعبہ کہتے ہیں کہ میں نے ابو اسحاق سے پوچھا کہ آپ سے علی بن ربیعہ کی حدیث
 کنت ردف علی، فلما ركب قال سبحان الذی سخر لنا هذا کس
 نے بیان کی؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے اسے یونس بن خباب سے سنا ہے،
 چنانچہ میں یونس بن خباب کے پاس گیا، ان سے پوچھا کہ یہ حدیث آپ سے کس
 نے بیان کی؟ انہوں نے جواب دیا کہ ایک شخص کے واسطے سے یہ علی بن ربیعہ سے
 مجھ تک پہنچی ہے۔“

گویا اس تحقیق کے نتیجے میں یہ حقیقت سامنے آئی کہ اس حدیث کی سند میں ایک راوی مجہول

ہے۔

۲۔ عن قتادة عن سعيد بن جبیر عن ابن عمر أن النبی صلی اللہ علیہ
 وسلم نہی عن نبیذ الجور، قال شعبہ: فقلت لقتادة ممن سمعته؟ قال:
 حدثنیہ ایوب السخثانی، قال شعبہ: فأتیت ایوب، فسألته، فقال:
 حدثنیہ أبو بشر، قال شعبہ: فأتیت أبابشر، فسألته، فقال: أنا سمعت

تحقیقات حدیث۔ (۱۵) ————— ۸۵ ————— جرح و تعدیل کا تدریجی ارتقا

سعید بن جبیر عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه نہی عن نبیذ الجر (۱۷۶)۔

”قائد نے عن سعید بن جبیر عن ابن عمر کی سند سے شعبہ کو یہ حدیث سنائی: ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن نبیذ الجر، شعبہ کہتے ہیں میں نے قائد سے پوچھا، آپ نے یہ حدیث کس سے سنی؟ انہوں نے جواب دیا کہ مجھ سے اس کو ایوب سختیانی نے بیان کیا ہے، تب میں ایوب کے پاس گیا اور ان سے پوچھا، انہوں نے جواب دیا کہ مجھ سے اس کو ابوبشر نے بیان کیا ہے، شعبہ کہتے ہیں کہ تب میں ابوبشر کے پاس گیا اور ان سے پوچھا، انہوں نے جواب دیا کہ میں نے یہ حدیث سعید بن جبیر سے سنی ہے اور وہ حضرت ابن عمرؓ سے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں۔“

اس تحقیق کا ما حاصل یہ ہے کہ حدیث صحیح ہے اور اس کی سند متصل ہے۔

۳۔ عن معاویہ بن قرۃ قال: قال ابن عباس: ”انظر إلى العظام كيف ننشزها“ فقال: فيه قولان، قلت: من حدثك؟ قال: شهر بن حوشب استرحنا من خناقك يا شعبة (۱۷۷)۔

”معاویہ بن قرہ نے شعبہ سے آیت کریمہ انظر إلى العظام كيف ننشزها کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ کے ایک قول کی حکایت کی، شعبہ کہتے ہیں میں نے پوچھا کہ یہ روایت آپ سے کس نے بیان کی ہے؟ انہوں نے جواب دیا شہر بن حوشب نے۔ ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ شعبہ میری گلو خلاصی کرو۔“

شہر بن حوشب، شعبہ کے نزدیک ضعیف راوی ہیں۔ اس طرح اس تحقیق کے نتیجہ میں انہیں یہ معلوم ہو گیا کہ ان کے نقطہ نظر سے یہ روایت غیر معتبر ہے۔ ساتھ ہی معاویہ کے قول ”شعبہ میری گلو خلاصی کرو“ سے یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ شعبہ سے حقائق کا چھپانا بڑا مشکل کام تھا۔ لوگ ان کی جرح و قدح سے نجات حاصل کرنے کے لیے بہتر یہی سمجھتے تھے کہ سچی بات پہلی مرتبہ ہی میں ظاہر کر دیں۔

تحقیقات حدیث۔ ﴿۱﴾ ————— ۸۶ ————— جرح و تعدیل کا تدریجی ارتقا

سألت الحكم عن دية اليهودى والنصرانى، فقال: قال سعيد بن المسيب: إن عمر جعل دية اليهودى والنصرانى أربعة الاف، ودية المجوسى ثمانى مائة، فقلت للحكم من سعيد ابن المسيب؟ فقال: لو شئت سمعت ثابت الحداد. قال شعبه: فأتيت الحداد، فحدثنى عن سعيد بن المسيب عن عمر مثله (۱۷۸)۔

”میں نے حکم سے یہودی اور نصرانی کی دیت کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ سعید بن المسیب کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے یہودی اور نصرانی کی دیت چار ہزار مقرر فرمائی ہے اور مجوسی کی آٹھ سو۔ اس پر میں نے حکم سے پوچھا کہ کیا آپ نے یہ روایت سعید بن المسیب سے سنی ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ اگر تم چاہو تو اسے ثابت الحداد سے بھی سن سکتے ہو۔ شعبہ کہتے ہیں تب میں ثابت الحداد کے پاس گیا۔ انہوں نے بھی مجھ سے یہ روایت عن سعید بن المسيب عن ابن عمرؓ کی سند سے بیان کی۔“

اس تحقیق کے نتیجے میں شعبہ کو اس حدیث کی صحت کا تین بھی ہو گیا اور ساتھ ہی انہیں حکم کے ایک متابع کا پتہ بھی چل گیا۔

اب تک کی گفتگو تفتیش حدیث اور تحقیق اسانید سے متعلق تھی۔ اب ہم خاص جرح و تعدیل کے باب میں شعبہ کی خدمات کا جائزہ لیتے ہیں۔ ہمارے علم کی حد تک شعبہ پہلے شخص ہیں، جنہوں نے راویان حدیث کے ترک و قبول سے متعلق اپنے اصولوں کی وضاحت و صراحت کی ہے۔ عبد الرحمن بن مہدی کہتے ہیں:

قلت لشعبة: من الذين تترك الرواية عنهم؟ قال: إذا أكثر عن المعروفين من الرواية ما لا يعرف، أو أكثر الغلط، أو تبادى فى غلط مجتمع عليه، ولم يتهم نفسه عند اجتماعهم على خلافه، أو رجل متهم بكذب، وسائر الناس فارو عنهم (۱۷۹)۔

”میں نے شعبہ سے پوچھا کہ آپ کن لوگوں کی روایت ترک کرتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا جب کوئی راوی، معروف لوگوں سے بکثرت غیر معروف روایتیں بیان کرنے لگے یا

تحقیقات حدیث۔ (۱۸۰) ————— ۸۷ ————— جرح و تعدیل کا تذکرہ اہل

غلطیوں کا تناسب اس کے یہاں بڑھ جائے یا جب وہ کسی ایسی غلطی پر اصرار کرنے لگے جس کا غلط ہونا متفق علیہ ہو اور جمہور کی مخالفت کے باوجود وہ اپنے آپ کو غلط نہ سمجھتا ہو یا وہ ایسا شخص ہو جسے لوگ دروغ گو سمجھتے ہوں۔ ان لوگوں کے علاوہ بقیہ سے تم روایتیں لے سکتے ہو۔

تابعین کے عہد میں راوی کے ترک و قبول کا ایک بنیادی معیار اس کے عقائد تھے۔ اہل سنت کی روایتیں معتبر سمجھی جاتی تھیں اور اہل بدعت یا اہل اہوا غیر معتبر اور متروک قرار دیئے جاتے تھے (۱۸۰)۔ شعبہ نے اس اصول میں ترمیم اور تبدیلی کی، انہوں نے اس پر زور دیا کہ عقائد سے زیادہ کسی راوی کے بارے میں یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ روایت حدیث میں کیسا ہے؟ اگر وہ صاحب علم اور صادق القول ہو تو قدری یا مرجئی ہونے کے باوجود اس کی روایتیں قبول کی جاسکتی ہیں۔ اس سلسلے میں ان کے بعض بیانات ملاحظہ ہوں:

۱۔ بقیہ کہتے ہیں:

قلت لشعبة: لم تروى عن حماد بن أبى سليمان، و كان مرجئا؟ قال: كان صدوق اللسان (۱۸۱)۔

”میں نے شعبہ سے کہا: آپ حماد بن ابی سلیمان سے کیوں روایت کرتے ہیں، وہ تو مرجئی مرجئی تھا؟ انہوں نے جواب دیا کہ وہ زبان کا سچا تھا۔“

۲۔ بقیہ ہی کی روایت ہے:

قلت لشعبة: لم تروى عن عمرو بن مرة و كان مرجئا؟ قال: كان أصغر القوم و أكثرهم علما (۱۸۲)۔

”میں نے شعبہ سے کہا: آپ عمرو بن مرہ سے کیوں روایت کرتے ہیں، وہ تو مرجئی تھا؟ انہوں نے جواب دیا وہ عمر میں چھوٹا، لیکن علم میں سب سے آگے بڑھا ہوا تھا۔“

۳۔ ابو داؤد طرابلسی شعبہ کا قول نقل کرتے ہیں:

لا تنظروا إلى هؤلاء المجانين، الذين يقعون في جابر يعني الجعفی. هل جاءكم عن أحد بشئ لم يلقه (۱۸۳)۔

”ان دیوانوں کی جانب توجہ نہ دو جو جابر یعنی برکت چینی کرتے ہیں، کیا اس نے تم

تحقیقات حدیث۔ ﴿۱۸﴾ ————— ۸۸ ————— جرح و تعدیل کا ترجمہ عربی ارتقا
سے کسی ایسے شخص کی بھی کوئی روایت بیان کی ہے جس سے اس کی ملاقات نہ ہوئی
ہو؟“

جابر ہی کے بارے میں ان کا ایک قول یہ بھی ہے:
جابر الجعفی صدوق فی الحدیث (۱۸۴)۔
”جابر جعفی حدیث میں سچا ہے۔“

واضح رہے کہ جابر جعفی غالی اہل تشیع میں سے تھا۔ منجملہ دوسرے عقائد کے، اس کا عقیدہ یہ
بھی تھا کہ حضرت علیؑ کی وفات نہیں ہوئی ہے، وہ بادلوں میں چھپے ہوئے ہیں اور عن قریب زمین پر
اتر آئیں گے (۱۸۵)۔

شعبہ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ انہوں نے جرح و تعدیل کے دائرے کو خاصی وسعت
دی۔ علامہ ذہبی نے ان کا شمار ان اصحاب جرح و تعدیل میں کیا ہے، جن سے اکثر راویوں کے
بارے میں اقوال منقول ہیں۔ راتم الحروف کو مقدمۃ الجرح والتعدیل اور سیر اعلام النبلاء میں سو
سے زائد راویوں کے متعلق ان کی آراء دستیاب ہوئی ہیں۔ اسماء الرجال کی دوسری کتابوں کی مدد
سے اس فہرست میں ابھی بہت کچھ اضافے کی گنجائش موجود ہے، اس لیے یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ جرح
و تعدیل کے دائرہ کار کی یہ وسعت شعبہ سے پہلے کسی اور کے یہاں نظر نہیں آتی۔ شعبہ سے پہلے
تعدیل و توثیق یا جرح و تضعیف کے کلمات محدودے چند تھے۔ شعبہ کے یہاں اس میدان میں بھی
تنوع اور توسع نظر آتا ہے۔ ہم ذیل میں بعض راویوں سے متعلق ان کے اقوال اس طرح نقل
کرتے ہیں، جس سے ان کے یہاں مستعمل کلمات جرح و تعدیل کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

المن

۱۔ محمد بن إسحاق أمير المؤمنين فی الحدیث.

۲۔ مارایت أحداً أصدق من سليمان التیمی.

۳۔ ابن علیة ریحانة الفقهاء.

۴۔ اکتبوا عن حماد وابن إسحاق، فانهما حفظان.

۵۔ کنا نسمنی مسعراً المصحف یعنی من اتقانه.

تحقیقات حدیث - (۱) ————— ۸۹ ————— جرح وتعدیل کا تدبیری ارتقا

- ۶۔ علیک بجریہ بن حازم، فاسمع منه.
- ۷۔ یحیٰ بن کثیر أصدق حدیثاً من الزهری.
- ۸۔ لم أر مثل عمرو بن دینار ولا الحكم ولا قتادة، یعنی فی الثبت.
- ۹۔ اذهبوا إلى إسماعیل بن مسلم العبدی.
- ۱۰۔ تأتونی وتدعون ثابت بن عمارة.
- ۱۱۔ جابر الجعفی صدوق فی الحدیث.
- ۱۲۔ أبو الأشهب عندنا أفضل من عوف الأعرابی.
- ۱۳۔ ما رأیت بالكوفة شیخاً خيراً من زبید بن الحارث.
- ۱۴۔ سلیمان بن المغيرة سيد أهل البصرة.
- ۱۵۔ ما رأیت محدثاً أفضل من سلیمان التیمی.
- ۱۶۔ كان ثقة (یزید بن خمیر)
- ۱۷۔ كان رجل صدق (أبو طالب الحجام)
- ۱۸۔ هو صدوق (عبد الرحمن بن عبد الله المسعودی)
- ۱۹۔ كان رضا (سلمان الأغر)
- ۲۰۔ كان شيئاً عجباً (عمران بن حدين)
- ۲۱۔ إن كان أحد يستأهل أن يسود فی الحدیث فمحمد بن إسحاق.
- ۲۲۔ ادخلوا على قيس (بن الربيع) قبل أن يموت.
- ۲۳۔ كان المغيرة (بن قسم) أحفظ من الحكم.
- ۲۴۔ تعرف الإتيقان في قفاه (عبد الوارث بن سعيد)
- ۲۵۔ كان هشام أعلم بحدیث قتادة مني وأكثر مجالسة له مني.
- ۲۶۔ هارون الأعور من خيار المسلمين.
- ۲۷۔ أخبرني يحيى بن هافى، وكان سيد أهل الكوفة.
- ۲۸۔ ذلك صدوق اللسان (سعيد بن بشير)
- ۲۹۔ ثقات أصحابي الحكم بن عتيبة وسلمة بن كهيل وحبيب بن أبي

تحقیقات حدیث۔ (۱۰) ————— ۹۰ ————— جرح و تعدیل کا تذکرہ جی ارتقا
ثابت و منصور۔

- ۳۰۔ مارایت احداً أحفظ لحديث أبي التياح منه (عبد الوارث بن سعيد)
۳۱۔ عاصم أحب إلي من قتادة في أبي عثمان النهدي، لأنه أحفظهما.
۳۲۔ كان كاخير الرجال (۱۸۶)

- ۱۔ ترک حدیث (عبد الملک بن سلیمان)
- ۲۔ أدركت شهر بن حوشب وتركتہ عمداً.
- ۳۔ إنه صدوق، ولكنه شيعي قدری (محمد بن راشد)
- ۴۔ كتابك صالح وحفظك لا يسوى شيئاً (أبو عوانة)
- ۵۔ كان رفاعاً (يزيد بن أبي زياد)
- ۶۔ لا يحسن يتكلم (إبراهيم السلسكي)
- ۷۔ لا تكتبن عنه شيئاً (إبراهيم بن عثمان أبو شيبة)
- ۸۔ لو لا الحياء، ما صليت على أبان بن عياش.
- ۹۔ لأن أرتكب سبعين كبيرة أحب إلي من أن أحدث عن أبان بن أبي عياش.

۱۰۔ حدثنا عطاء الخراساني وكان نسياً.

۱۱۔ مارایت احداً أسوأ حفظاً من ابن أبي ليلى.

۱۲۔ كان فسلأ (۱۸۷) (ميمون أبو عبد الله)

بعض مواقع پر انہوں نے استعاراتی پیرایہ بیان بھی اختیار کیا ہے، چنانچہ ان سے ابو عون کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا: سمن و عسل، پھر ہشال بن حسان کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا: خلل و زیت، پھر ابوبکر الہندی کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا: دعنی لا اقینی بہ (۱۸۸)۔

شعبہ نے جن امور یا اوصاف کی بنا پر کسی راوی کو ترک کیا ہے، انہیں مختصر اس طرح بیان کیا

تحقیقات حدیث۔ ﴿۱﴾ ————— ۹۱ ————— جرح و تعدیل کا تدریجی ارتقا
جاسکتا ہے:

- ۱۔ وہ منکر الحدیث ہو۔
- ۲۔ کثیر الغلط ہو۔
- ۳۔ متهم بالکذب ہو۔
- ۴۔ واضح غلطی پر اصرار کرتا ہو اور جمہور کی مخالفت کی اسے کوئی پرواہ نہ ہو۔
- ان چاروں امور کا ذکر عبدالرحمن بن مہدی کی اس روایت میں موجود ہے جو اوپر نقل کی گئی۔
- ۵۔ ثقات کی مخالفت کرتا ہو۔
- علی بن المدینی کہتے ہیں:

قال لی شعبۃ فی احادیث عوف عن خلاص عن ابی ہریرۃ، ومحمد
یعنی ابن سیرین عن ابی ہریرۃ إذا جمعهم، قال لی شعبۃ: ترى لفظهم
واحدًا؟ قال أبو محمد كالمكرر علی عوف (۱۸۹)۔

”مجھ سے شعبہ نے کہا کہ عوف خلاص کے واسطے سے حضرت ابو ہریرہؓ سے جو
روایتیں نقل کرتے ہیں، ان کو ابن سیرین کی حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی روایات
کے مقابل رکھ کر دیکھو، کیا دونوں کے الفاظ یکساں ہیں؟ ابن ابی حاتم کہتے ہیں کہ
شعبہ نے یہ بات عوف پر تکبیر کرتے ہوئے کہی۔ ہے۔“

۶۔ آثار موقوفہ کو احادیث مرفوعہ بنادیتا ہو۔

چنانچہ یزید بن ابی زیاد کے بارے میں فرماتے ہیں:

كان رقاعاً. یعنی الآثار اللتی ہی من أقوال الصحابة يرفعها (۱۹۰)۔

”وہ رقاع تھا۔ ذہبی اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: یعنی وہ صحابہ کے
اقوال کو حدیث مرفوعہ بنادیتا تھا۔“

۷۔ جس کے کسی بیان سے اس پر دروغ گوئی کا شبہ گزرتا ہو۔

چنانچہ لیث بن ابی سلیم نے ایک روایت عطاء، طاؤس اور مجاہدینوں سے نقل کی۔ شعبہ نے
اس چیز کو شبہ کی نظر سے دیکھا اور بعد میں لیث کو ترک کر دیا۔

قال شعبۃ للیث: ابن اجتماع لك هؤلاء الثلاثة، عطاء و طاؤس و

تحقیقات حدیث۔ (۱۰) ————— ۹۲ ————— جرح و تعدیل کا تدریجی ارتقا

ومجاهد؟..... فما زال شعبة لليث متقياً يومئذ (۱۹۱)۔

۸۔ شطرنج کھلتا ہو، چنانچہ فرماتے ہیں:

رأيت ناجية الذی یروی عنه أبو إسحاق، يلعب بالشطرنج، فتركته، فلم أكتب عنه (۱۹۲)۔

”میں نے ابو اسحاق کے شیخ ناجیہ کو شطرنج کھیلنے ہوئے دیکھا، اس لیے اسے ترک کر دیا اور اس کی روایات نہیں لکھیں۔“

۹۔ ستر عورت کا لحاظ نہ رکھتا ہو، چنانچہ فرماتے ہیں:

أتيت أبا الزبير وفخذه مكشوفة، فقلت: غطّ فخذك، قال: ما بأس بذلك، فلذلك لم أرو عنه (۱۹۳)۔

”میں ابو الزبیر کے پاس آیا، اس کا زانو کھلا ہوا تھا، میں نے کہا اپنا زانو ڈھک لو، اس نے جواب دیا کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اسی لیے میں نے اس سے روایت نہیں لی۔“

۱۰۔ ناپ تول میں کمی کرتا ہو۔ ابو الزبیر ہی کے بارے میں ان کا بیان ہے:

رأيت يزن فاسترجع في الميزان، فتركته (۱۹۴)۔

”میں نے اسے تول میں ڈنڈی مارتے دیکھا، اس لیے چھوڑ دیا۔“

۱۱۔ نماز بے ڈھنگے پن کے ساتھ پڑھتا ہو۔

قيل لشعبة لم تركت أبا الزبير؟ قال: رأيت يسيئ الصلاة، فتركت الرواية عنه (۱۹۵)۔

”شعبہ سے پوچھا گیا کہ آپ نے ابو الزبیر کو کیوں ترک کر دیا؟ انہوں نے جواب دیا میں نے دیکھا کہ وہ نماز بے ڈھنگے پن سے پڑھتا ہے، اس لیے میں نے اس سے روایت ترک کر دی۔“

۱۲۔ بد معاملہ ہو۔ حفص بن سلیمان کے بارے میں کہتے ہیں:

أخذ مني حفص بن سليمان كتاباً، فلم يردّه (۱۹۶)۔

”حفص بن سلیمان نے مجھ سے ایک کتاب لی، پھر واپس نہیں لوٹائی۔“

تحقیقات حدیث۔ (۱۱) ————— ۹۳ ————— جرح و تعدیل کا تدربجی ارتقا

۱۳۔ لالچی اور پست فطرت ہو، ابوالمہزم کے بارے میں فرماتے ہیں:
رأيت أبا المہزم لو أعطوه فلسين محدثهم سبعين حديثاً (۱۹۷)۔
”میں نے ابوالمہزم کو دیکھا ہے، دو پیسے دے کر اس سے ستر حدیثیں سنی جاسکتی
ہیں۔“

وہ اوصاف جن کی بنا پر شعبہ نے کسی راوی کو پسند کیا ہے یا اس کی تعریف کی ہے، ان کی بھی
ایک مختصر فہرست اس طرح تیار کی جاسکتی ہے:

۱۔ صادق القول ہو (پھر اس کے مختلف درجات ہیں: مثلاً کوئی اصدق الناس ہے، کوئی
صدوق ہے، کوئی صدوق فی الحدیث ہے، وغیرہ۔

۲۔ صاحب حفظ ہو (اس کے بھی مختلف درجات ہیں: کوئی مطلقاً حفظ ہے، کوئی کسی کے
مقابلے میں حفظ ہے، کوئی حافظ ہے، وغیرہ۔

۳۔ صاحب اتقان ہو، عبدالوارث کے بارے میں ان کا قول نقل کیا جا چکا ہے:
تعرف الإتقان في قفاه (۱۹۸)۔

۴۔ کثیر العلم ہو، عمرو بن مرہ کے بارے میں ان کا قول نقل کیا جا چکا ہے:
كان أصغر القوم وأكثرهم علماً۔

۵۔ صاحب تقویٰ ہو، ستری بن یحییٰ کے بارے میں فرماتے ہیں:

كان من أصدق الناس وأشدهم اتقاء (۱۹۹)۔

”وہ بہت سچے اور بڑے صاحب تقویٰ تھے۔“

۶۔ بہترین مسلمان ہو، فرماتے ہیں:

هارون الأعور كان من خيار المسلمين (۲۰۰)۔

”ہارون الاعور بہترین مسلمانوں میں سے تھے۔“

۷۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کسی حدیث کے انتساب میں غایت درجہ محتاط ہو، فرماتے

ہیں:

لم أر أحداً أصدق من سليمان التيمي، وكان إذا حدثنا بأحاديث

يرفعها إلى النبي صلى الله عليه وسلم تغير وجهه (۲۰۱)۔

تحقیقات حدیث۔ ﴿۱﴾ ————— ۹۴ ————— جرح و تعدیل کا تدریجی ارتقا

”میں نے سلیمان التیمی سے بڑھ کر سچا کوئی نہیں دیکھا، ہم لوگوں سے حدیث بیان کرتے ہوئے جب وہ اس کی نسبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب کرتے تو ان کا چہرہ بدل جاتا۔“

شعبہ نے کسی راوی کے بارے میں رائے قائم کرنے کے سلسلے میں جو مختلف طریقے اپنائے ہیں، ان میں سے بعض یہ ہیں:

۱۔ اپنے کسی شیخ کی مرویات امتحان کے طور پر کسی راوی سے سنی جائیں اور اس طرح اس کے صدق و کذب کا فیصلہ کیا جائے۔ وہب بن جریر کہتے ہیں:

كان شعبة يأتي أبا وهو على حمار، فيسأله عن أحاديث الأعمش، فإذا حدثه، قال: هكذا والله سمعته من الأعمش، ثم يضرب حماره ويذهب (۲۰۲)۔

”شعبہ گدھے پر سوار ہو کر میرے والد جریر بن حازم کے پاس آتے، ان سے اعمش کی احادیث کے بارے میں پوچھتے، جب جریر انہیں حدیث سنا دیتے تو شعبہ کہتے: واللہ میں نے بھی اعمش سے اسی طرح سنا ہے۔“

۲۔ راوی جب کسی شیخ کے حوالے سے کوئی روایت بیان کرے تو اس شیخ سے اس روایت کی حقیقت دریافت کی جائے۔ اس کے بعد اس کے بارے میں کوئی رائے قائم کی جائے۔ اس کی ایک مثال ملاحظہ ہو:

قال شعبة: أفادني عثمان البري عن قتادة حديثاً، فسألته قتادة، فما عرفه، فجعل عثمان يقول: بل أنت حدثتني، فيقول: لا، فقال قتادة: هذا يخبرني عني أن لي عليه ثلاث مائة درهم (۲۰۳)۔

”شعبہ کہتے ہیں: مجھے عثمان البری نے قتادہ کی ایک حدیث سنائی۔ میں نے اس کے بارے میں قتادہ سے پوچھا، قتادہ نے اس حدیث کو نہیں پہچانا، عثمان کہنے لگے: نہیں، آپ ہی نے مجھے بیان کیا ہے، قتادہ کہتے تھے نہیں، آخر میں قتادہ نے کہا کہ یہ مجھے میرے ہی بارے میں بتاتے ہیں کہ ان کے ذمے میرے تین سو درہم واجب الاداء

تحقیقات حدیث۔ (۱) ————— ۹۵ ————— جرح و تعدیل کا تذکرہ

اسی طرح حسن بن عمارہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

روی الحسن بن عمارۃ عن الحكم، عن يحيى بن الجزار، عن علي
سبعة أحاديث، فلقيت الحكم فسالته عنها، فقال: ما حدثت بشيء
منها (۲۰۳)۔

”حسن بن عمارہ نے عن الحكم عن يحيى بن الجزار عن علي کی سند سے
سات حدیثوں کی روایت کی۔ میں نے حکم سے ان احادیث کے بارے میں
دریافت کیا، انہوں نے جواب دیا کہ میں نے ان میں سے کوئی حدیث بیان نہیں کی
ہے۔“

۳۔ اس راوی کی مرویات کا مقابلہ دوسرے ثقہ راویوں کی روایت سے کیا جائے اور اس کی
روشنی میں اس کے بارے میں فیصلہ کیا جائے، چنانچہ عوف بن ابی جلیلہ کے بارے میں شعبہ نے
اسی طریق کار پر عمل کیا ہے، اس سلسلے میں ان کا بیان اوپر نقل کیا جا چکا ہے۔

شعبہ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ انہوں نے رجال پر کلام کے ساتھ ساتھ ”علل حدیث“
کی طرف بھی توجہ دی ہے۔ ”علل“ اگرچہ اسماء الرجال سے علیحدہ علم ہے، لیکن دونوں میں بڑا گہرا
رشتہ ہے، بلکہ سچ پوچھیے تو رجال کی معرفت کے بغیر علل سے واقفیت ہی نہیں ہو سکتی۔ ابن رجب
جناب ”كتاب العلل الصغير للترمذي“ کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث کے صحیح اور ضعیف ہونے کا علم رِوَاۃ حدیث کے ثقہ، ضعیف ہونے کے علم
سے ہوتا ہے اور ثقات کے مراتب و درجات اور اختلاف کے وقت ایک دوسرے پر
ترجیح کے علم میں مہارت سے علل حدیث کے دقائق سے واقفیت ہوتی ہے (۲۰۵)۔
یہاں مثال کے طور پر علل سے متعلق شعبہ کا ایک بیان ملاحظہ ہو، ابو داؤد طیالسی روایت
کرتے ہیں:

سمعت خالد بن طليق يسأل شعبه، فقال: يا أبا بسطام! حدثني حديث
سماك بن حرب في اقتضاء الورق من الذهب حديث ابن عمر،
فقال: أصلحك الله، هذا حديث ليس يرفعه أحد إلا سماك، قال
فترهب أن أروى عنك؟ قال: لا ولكن حديثه لقادة عن سعد بن

تحقیقات حدیث۔ (۱۶) ————— ۹۶ ————— جرح وتعدیل کا تدریجی ارتقا

المسیب عن ابن عمر، ولم يرفعه، وأخبرني هيب عن أيوب عن نافع عن ابن عمر، ولم يرفعه، وحدثني داود بن أبي هند عن سعيد بن جبيرة ولم يرفعه، ورفعه سماك فإنا افرقه (۲۰۶)۔

”میں نے خالد بن طلق کو شعبہ سے سوال کرتے ہوئے سنا، خالد نے کہا: اے ابو بسلام! ”مجھے سونے کے بدلے میں چاندی کی وصولی“ سے متعلق سماک بن حرب کی حضرت ابن عمرؓ سے مروی حدیث سنائیے۔ انہوں نے جواب میں کہا: اللہ تمہیں درست رکھے! اس حدیث کو سماک کے علاوہ کوئی مرفوعاً نقل نہیں کرتا۔ خالد نے کہا: کیا آپ کو اس کی روایت میں کوئی اندیشہ ہے؟ انہوں نے جواب نہیں دیا، لیکن قتادہ نے مجھ سے یہ حدیث عن سعید بن المسیب عن ابن عمرؓ کی سند سے بیان کی ہے، اے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول نہیں بتایا۔ اسی طرح ایوب نے مجھ سے یہ حدیث عن نافع عن ابن عمرؓ کی سند سے بیان کی اور اسے مرفوعاً نقل نہیں کیا، صرف سماک اسے مرفوعاً نقل کرتے ہیں، لہذا میں اس سے ڈرتا ہوں۔“

سلسلہ زیر بحث میں بعض قابل ذکر امور اور بھی ہیں:

(الف) شعبہ اپنے مزاج کی شدت کی وجہ سے غیر معتبر راویوں کو روایت حدیث سے بالکل بنوکتے اور حاکم کے پاس نالشی کی دھمکی بھی دیتے تھے۔ حماد بن زید کہتے ہیں:

رأيت شعبة قد لبّ أبان بن أبي عياش، يقول: استعدي عليك إلى السلطان، فإنك تكذب على رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال: فبصر بي، فقال: يا أبا إسماعيل، قال: فأتيته فما زلت أطلب إليه حتى خلصته (۲۰۷)۔

”میں نے شعبہ کو دیکھا کہ وہ ابان بن ابی عیاش کا گریبان پکڑ کر کھینچ رہے تھے، اور کہتے جاتے تھے: میں حاکم سے تمہارے خلاف مدد طلب کروں گا، کیونکہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹی باتیں منسوب کرتے ہو، حماد کہتے ہیں کہ ابان کی نگاہ مجھ پر پڑ گئی، اس نے فریاد کی اے ابو اسماعیل! تو میں شعبہ کے پاس گیا اور برابر ان کی طرف راغب رہا، یہاں تک کہ اسے چھڑا دیا۔“

تحقیقات حدیث۔ (۱۱) ————— ۹۷ ————— جرح و تعدیل کا تذریبی ارتقا

(ب) وہ جن راویوں کو غیر معتبر سمجھتے تھے، ان سے خود تو روایت ترک ہی کر دیتے تھے، مزید برآں دوسروں کو بھی ایسے راویوں کی روایت سے روکتے تھے، بلکہ ایسے موقع پر وہ یہ دھمکی بھی دیتے تھے کہ اگر میں تمہیں فلاں کے قریب دیکھوں گا تو تمہیں اپنے حلقہ حدیث میں شامل نہیں ہونے دوں گا۔ غنہ کہتے ہیں:

قال لی شعبۃ: لا تقرب الحسن بن عمارۃ، فانی أن رأیتک تقر به لم أحدثک (۲۰۸)۔

”مجھ سے شعبہ نے کہا کہ تم حسن بن عمارہ کے قریب نہ جاؤ۔ اگر میں تمہیں اس کے پاس دیکھ لوں گا تو تم سے حدیث نہیں بیان کروں گا۔“

(ج) ان کا خیال تھا کہ عامۃ الناس کے مقابلے میں اشراف سے روایت لینا بہتر ہے، کیونکہ یہ لوگ عام طور پر جھوٹ نہیں بولتے۔ ہشیم شعبہ کا قول نقل کرتے ہیں:

خذوا عن أهل الشرف، فإنهم لا يكذبون (۲۰۹)۔

”شرفاء سے روایتیں لو، اس لیے کہ یہ لوگ کذب بیانی نہیں کرتے۔“

(د) سب سے اہم اور آخری بات یہ ہے کہ احادیث کی تحقیق اور تقدیر رجال وغیرہ کے سلسلے میں شعبہ کی تمام سعی و کاوش کے پس پشت محض تقوائے الہی اور رضائے الہی کا جذبہ کارفرما رہا ہے، چنانچہ عبدالرحمن بن مہدی فرماتے ہیں:

كان شعبۃ يتكلم في هذا حسة (۲۱۰)۔

”شعبہ رجال کے سلسلے میں محض اللہ واسطے کلام کرتے تھے۔“

اسی بناء پر جب وہ کسی راوی کے بارے میں کوئی رائے قائم کر لیتے تو پھر کسی کی سفارش یا فہائش کا ان پر مطلق اثر نہ ہوتا تھا۔ چنانچہ حماد بن زید کہتے ہیں:

أتيت أنا وعباد بن عباد إلى شعبۃ بن الحجاج، فسألناه أن يكف عن أبان بن أبي عياش، ويسكت عنه، فلما كان من الغد خرجنا إلى المسجد الجامع، فبصر بنا فنادانا، فقال: يا أبا معاوية! نظرت في كليمتموني فوجدت لا يسعني السكوت، قال حماد: وكان من يتكلم في هذا حسة (۲۱۱)۔

تحقیقات حدیث۔ ﴿۱﴾ ————— ۹۸ ————— جرح و تعدیل کا تذکرہ جی ارتقا

”میں اور عباد بن عباد دونوں شعبہ بن الحجاج کے پاس آئے، ہم دونوں نے ان سے درخواست کی کہ وہ ابان بن ابی عیاش پر جرح سے رک جائیں اور سکوت اختیار کریں۔ اگلے دن ہم لوگ جامع مسجد گئے، شعبہ نے ہمیں دیکھا تو آواز دی، پھر کہا: اے ابو معاویہ! جس سلسلے میں تم لوگوں نے گفتگو کی تھی اس پر میں نے غور کیا اور اس نتیجے پر پہنچا کہ میرے لیے خاموشی کی گنجائش نہیں۔ ہمد کہتے ہیں کہ شعبہ کا رجال پر کلام کرنا اللہ واسطے تھا۔“

اس ضمن میں شعبہ کا یہ قول بھی لائق ذکر ہے:

لأن أقدم، فنضرب عنقي أحب إليّ من أحدث أبي هارون
العبدی (۲۱۲)۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی جھوٹے راوی سے روایت کے مقابلے میں انہیں جان دے دینا زیادہ پسند تھا۔

حوالے

- ۱۔ ابن منظور، لسان العرب، (مادہ جرح)
- ۲۔ ایضاً۔
- ۳۔ ایضاً۔
- ۴۔ ایضاً (مادہ عدل)۔
- ۵۔ ایضاً۔
- ۶۔ ایضاً۔
- ۷۔ ملاحظہ ہو: صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب الذکر المستحب عقب الوضو (روایت حضرت عقیقہ بن عامر)۔
- ۸۔ الجامع للاخلاق الراوی والسامع، ص ۱۲، بحوالہ: ذاکر توفیق الدین ندوی مظاہری، علم رجال الحدیث، ص ۵۰۔
- ۹۔ مسند احمد بن حنبل، دار صادر، بیروت، ۲۸۳/۴۔

تحقیقات حدیث۔ ﴿۱﴾ ————— ۹۹ ————— جرح و تعدیل کا تدریجی ارتقا

- ۱۰۔ مفتاح الجنة لسيوطي، بحوالہ: علم رجال الحديث، ص ۵۰۔
- ۱۱۔ الطبقات الكبرى لابن سعد، ۲/۱۳۔
- ۱۲۔ صحیح مسلم، کتاب الجنائز، (قيل لابن عمر: إن أباهريرة يقول: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: من تبع جنازة، فله قيراط من الأجر، فقال ابن عمر: أكثر علينا أبوهريرة، فبعث إلى عائشة فسألها، فصدقت أباهريرة۔ اسی باب کی ایک دوسری روایت میں ”صدق أبوهريرة“ کے الفاظ ہیں۔
- ۱۳۔ مسند احمد، ۱/۳۳۸ (سئل ابن عن الجبر ينبذ فيه، فقال: نهى الله عز وجل عنه ورسوله، فانطلق الرجل إلى ابن عباس فذكر له ما قال ابن عمر، فقال ابن عباس: صدق)
- ۱۴۔ سير اعلام النبلاء، ۹/۱۸۶، مسند احمد، ۳/۳۶۷۔
- ۱۵۔ صحیح مسلم، کتاب المناقب، باب من فضائل أبي هريرة۔
- ۱۶۔ مسند احمد، ۵/۱۷۶۔
- ۱۷۔ صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب كان النبي صلى الله عليه وسلم تنام عينه ولا ينام قلبه۔
- ۱۸۔ شرح صحیح مسلم، باب فضائل الصحابة (اتفق أهل الحق ومن يعتد به في الإجماع على قبول شهادتهم ورواياتهم وكمال عدالتهم رضى الله عنهم أجمعين)۔
- ۱۹۔ اصل روایت اور آخر کے دونوں اقوال کے لیے ملاحظہ ہو: سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب کم مرة يسلم في الاستيذان۔
- ۲۰۔ مسند احمد، ۱/۳۳۸ (من طاؤوس، قال: كنت مع ابن عباس إذ قال له زيد بن ثابت: أنت تفتي أن تصدر الحائض قبل أن يكون آخر عهدها باليت، قال: نعم، قال: فلاتفت بذلك، فقال له ابن عباس: أما لا فسل فلانة الأنصارية، هل أمرها بذلك النبي صلى الله عليه وسلم؟ فرجع إليه زيد بن ثابت يضحك ويقول: ما أراك إلا قد صدقت)۔
- ۲۱۔ صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم يعذب الميت ببعض بكاء أهله۔

تحقیقات حدیث۔ (۱۰۰) ————— جرح و تعدیل کا تذکرہ اربعہ

۲۲۔ صحیح مسلم، کتاب الجنائز (إنما مرَّ رسول الله صلى الله عليه وسلم على يهودية، يكي عليها، فقال: إنهم يكون عليها وإنها لتعذب في قبرها) مسلم ہی کی ایک اور روایت میں ہے: إنما مرَّت على رسول الله صلى الله عليه وسلم جنازة يهودي، وهم يكون عليه، فقال: أنتم تبكون وإنه ليعذب. سند احمد میں اس روایت کے مختلف متون کے لیے ملاحظہ ہو: ۶/۶۰۳۹/۶۰۵۷/۹۵۔

۲۳۔ صحیح مسلم، کتاب الجنائز۔

۲۴۔ سند احمد، ۶/۶۰۸۱۔

۲۵۔ ایضاً۔

۲۶۔ ایضاً، ۶/۶۰۹۔

۲۷۔ ایضاً، ۶/۱۸۲۔

۲۸۔ ایضاً، ۶/۱۲۳۔

۲۹۔ ایضاً، ۶/۵۵۔

۳۰۔ صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب المطلقة البائنة لا نفقة لها۔

۳۱۔ سند احمد، ۶/۲۲۳۔

۳۲۔ صحیح مسلم، باب التوقيت في مسح على الخفين۔

۳۳۔ سند احمد، ۶/۲۰۳۔

۳۴۔ ایضاً، ۶/۱۲۶۔

۳۵۔ سیر اعلام النبلاء للذهبي، ۴/۲۷۵۔

۳۶۔ ایضاً، ۴/۳۳۶۔

۳۷۔ ایضاً، ۴/۳۰۲۔

۳۸۔ حضرت ابن عباسؓ کے دونوں اقوال کے لیے بالترتیب ملاحظہ ہو: سیر اعلام النبلاء، ۴/۴۸۲ اور ۵/۳۹۔

۳۹۔ مقدمہ مسلم۔

۴۰۔ ایضاً۔

۴۱۔ ایضاً۔

۴۲۔ فتح الملہم شرح صحیح مسلم للعلامة شبير احمد عثمانی، ۱/۱۳۰۔

تحقیقات حدیث۔ (۱) ————— ۱۰۱ ————— جرح وتعدیل کا تذریبی ارتقا

۳۳۔ مقدمہ مسلم۔

۳۴۔ مقدمہ مسلم، حضرت ابو ہریرہؓ سے یہ قول مرفوعاً بھی مروی ہے۔

۳۵۔ صحیح بخاری، کتاب العلم، باب من خص بالعلم قوماً دون قوم کراہیۃ ان لا يفهموا۔

۳۶۔ مقدمہ مسلم۔

۳۷۔ مقدمہ مسلم۔

۳۸۔ ایضاً۔

۳۹۔ سیر اعلام النبلاء، ۶/۱۱۱۔

۵۰۔ مستدرج، ۳۱۵/۵۔ (عن عبد اللہ الصناہی قال: زعم أبو محمد أن الوتر

واجب، فقال عبادة بن الصامت: كذب أبو محمد) ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اور

دوسری کتب حدیث میں بھی یہ روایت موجود ہے۔

۵۱۔ شارح ابوداؤد علامہ منذری لکھتے ہیں: وقوله "كذب" أي أخطأ وسماه كذباً لأنه

يشبهه في كونه عند الصواب، كما أن الكذب ضد الصدق، وهذا الرجل ليس

بمخبر وإنما قاله باجتهاد والاجتهاد لا يدخله الكذب، وإنما يدخله الخطاء،

وقد جاء كذب بمعنى أخطأ في غير موضع، (بحوالہ: شمس الحق عظیم آبادی، عون المعبود،

۹۳/۴-۹۵)

۵۲۔ مقدمہ مسلم۔

۵۳۔ مقدمہ مسلم، سیر اعلام النبلاء، ۳/۱۵۳۔

۵۴۔ سیر اعلام النبلاء، ۵/۳۱۵۔

۵۵۔ ایضاً، ۳/۱۵۳۔

۵۶۔ لسان المیزان لابن حجر، ۶/۷۶، مقدمہ مسلم۔

۵۷۔ سیر اعلام النبلاء، ۵/۲۵۔

۵۸۔ ایضاً۔

۵۹۔ ایضاً، ۵/۳۰۷۔

۶۰۔ ایضاً، ۳/۳۲۸۔ لیکن علامہ ذہبی کو ابراہیم نخعی کی اس رائے سے اتفاق نہیں ہے۔ وہ لکھتے ہیں: قلت

وكان كثير من حديثه ناسخاً، لأن اسلامه كان ليالي فتح خيبر (بحوالہ مذکورہ)

تحقیقات حدیث۔ ﴿۱﴾ ————— ۱۰۲ ————— جرح و تعدیل کا تدریجی ارتقا

- ۶۱۔ ایضاً، ۴/۶۱۱۔
- ۶۲۔ ایضاً، ۴/۵۷۔
- ۶۳۔ ایضاً، ۴/۵۵-۵۶۔
- ۶۴۔ ایضاً، ۴/۵۶۰۔
- ۶۵۔ ایضاً، ۴/۶۵۔
- ۶۶۔ ایضاً، ۴/۵۷۔
- ۶۷۔ ایضاً، ۵/۱۷۔
- ۶۸۔ ایضاً، ۴/۵۱۔
- ۶۹۔ ایضاً، ۵/۱۲۔
- ۷۰۔ ایضاً، ۴/۶۵۔
- ۷۱۔ ایضاً، ۴/۱۶۳۔
- ۷۲۔ ایضاً۔
- ۷۳۔ ایضاً، ۵/۲۷۱۔
- ۷۴۔ ایضاً، ۴/۴۷۰۔
- ۷۵۔ ایضاً، ۴/۲۶۱۔
- ۷۶۔ ایضاً، ۵/۲۷۲۔
- ۷۷۔ ایضاً، ۴/۱۶۳۔
- ۷۸۔ ایضاً، ۴/۵۲۳۔
- ۷۹۔ ایضاً، ۴/۱۸۷۔
- ۸۰۔ ایضاً بحوالہ مذکورہ۔
- ۸۱۔ تہذیب التہذیب لابن حجر العسقلانی، ۵/۳۱۔
- ۸۲۔ ایضاً بحوالہ مذکورہ۔
- ۸۳۔ مقدمہ مسلم۔
- ۸۴۔ سیر اعلام النبلاء، ۵/۲۷۲۔
- ۸۵۔ ایضاً، ۴/۶۷۷۔

تحقیقات حدیث۔ (۱۰۳) ————— جرح و تعدیل کا تدبیری ارتقا

۸۶۔ ایضاً، ۲۳/۵۔ (لیکن عکرمہ پر یہ جرح درست نہیں، کیونکہ حضرت ابن عباسؓ سے متعدد طرق سے یہ مضمون مروی ہے، بلکہ حضرت میمونہؓ کے بھانجے حضرت یزید بن الاصمؓ اور حضرت ابورافعؓ کی روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ خود حضرت ابن عباسؓ کو اس باب میں غلط فہمی ہو گئی تھی)۔

۸۷۔ ایضاً، ۲۳/۵۔ (عکرمہ کی طرح حسن بصری اور قراء نے بھی ”باسقات“ کو ”حوائل“ کے معنی میں لیا ہے، دوسری جانب عکرمہ سے ”باسقات“ بمعنی ”طوال“ بھی تفسیر طبری میں مروی ہے)۔

۸۸۔ ایضاً، ۲۵/۵۔

۸۹۔ ایضاً، ۲۳/۵۔

۹۰۔ ایضاً، ۲۳/۵۔ (یہاں بھی عکرمہ پر جرح درست نہیں، کیونکہ سعید بن جبیر نے بھی حضرت ابن عباسؓ سے اسی طرح کی روایت نقل کی ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں:

عن سعید بن جبیر، عن ابن عباسؓ قال: قد مسح رسول الله صلى الله عليه وسلم على الخفين، فاسألوا هؤلاء الذين يزعمون أن النبي صلى الله عليه وسلم مسح قبل نزول المائدة، وبعد المائدة؟ والله ما مسح بعد المائدة، ولأن أمسح على ظهر غابر بالفلاة أحب إلى من أن أمسح عليهما. (مسند احمد، ۳۲۳/۱)

۹۱۔ تہذیب التہذیب، ۱/۲۸۷۔

۹۲۔ سیر اعلام النبلاء، ۵/۱۸۔

۹۳۔ ایضاً، ۵/۱۸-۱۹۔

۹۴۔ ایضاً، ۵/۱۷۔

۹۵۔ ایضاً، ۵/۱۹۔

۹۶۔ مقدمہ مسلم۔

۹۷۔ ایضاً۔

۹۸۔ ایضاً۔

۹۹۔ ایضاً۔

۱۰۰۔ سیر اعلام النبلاء، ۶/۱۰۵۔

۱۰۱۔ مقدمہ مسلم۔ ایک دوسری روایت کے مطابق ابن عباسؓ نے یہ کذب ما سمع

تحقیقات حدیث۔ (۱) ————— ۱۰۴ ————— جرح و تعدیل کا تدریجی ارتقا

منہم (ایضاً بحوالہ مذکورہ)

۱۰۲۔ سیر اعلام النبلاء، ۵/۲۹۳۔

۱۰۳۔ ایضاً، ۶/۲۹۴۔

۱۰۴۔ ایضاً، ۶/۲۹۔

۱۰۵۔ ایضاً، ۶/۲۰۰۔

۱۰۶۔ ایضاً بحوالہ مذکورہ۔

۱۰۷۔ ایضاً بحوالہ مذکورہ۔

۱۰۸۔ ایضاً بحوالہ مذکورہ۔

۱۰۹۔ مقدمہ مسلم۔

۱۱۰۔ ایضاً۔

۱۱۱۔ ایضاً۔

۱۱۷۔ سیر اعلام النبلاء، ۵/۳۳۶۔

۱۱۸۔ ایضاً، ۷/۲۳۷۔

۱۱۹۔ ایضاً، ۶/۴۱۴۔

۱۲۰۔ ایضاً، ۷/۴۱۸۔

۱۲۱۔ ایضاً۔

۱۲۲۔ ایضاً، ۴/۲۲۲۔

۱۲۳۔ ایضاً، ۴/۹۱۔

۱۲۴۔ ایضاً، ۴/۴۵۱۔

۱۲۵۔ ایضاً، ۵/۱۷۔

۱۲۶۔ ایضاً، ۴/۵۵۹۔

۱۲۷۔ ایضاً، ۵/۳۸۳۔

۱۲۸۔ ایضاً، ۵/۴۲۰۔

۱۲۹۔ ایضاً، ۵/۴۳۔

۱۳۰۔ ایضاً، ۴/۵۵۹۔

تحقیقات حدیث۔ (۱۵) ————— ۱۰۵ ————— جرح و تعدیل کا تدریجی ارتقا

۱۳۱۔ ایضاً، ۴/۵۶۸۔

۱۳۲۔ ایضاً، ۶/۳۵۹۔

۱۳۳۔ ایضاً، ۴/۵۶۷۔

۱۳۴۔ سیر اعلام النبلاء۔

۱۳۵۔ ابو عبد اللہ الحاکم نیشاپوری (م: ۴۰۵ھ) نے اپنی تصنیف ”المدخل إلى الصحيح“ میں ایسے متعدد راویوں کی نشاندہی کی ہے، جنہوں نے حضرت انسؓ یا بعض دوسرے صحابہ سے ملاقات کا جھوٹا دعویٰ کیا ہے۔

۱۳۶۔ سیر اعلام النبلاء، ۷/۲۲۵۔

۱۳۷۔ ایضاً، ۷/۲۲۳۔

۱۳۸۔ مقدمة الجرح والتعديل لابن ابی حاتم الرازی۔

۱۳۹۔ ایضاً۔

۱۴۰۔ ایضاً، ص ۱۶۶۔

۱۴۱۔ ایضاً۔

۱۴۲۔ مقدمة الجرح والتعديل، ص ۱۶۸۔

۱۴۳۔ ایضاً۔

۱۴۴۔ جب کوئی راوی اپنے معاصر سے کسی نہ سنی ہوئی حدیث کو ایسے الفاظ سے نقل کرے، جو سننے میں صریح نہ ہوں، لیکن سننے کا ایہام پیدا کرتے ہوں، تو اسے اصطلاح میں تدلیس کہتے ہیں۔

۱۴۵۔ تابعی جب صحابی کے واسطے کے بغیر کسی چیز کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرے تو اسے اصطلاح میں ارسال کہتے ہیں۔

۱۴۶۔ مقدمة الجرح والتعديل، ص ۱۲۹، ۱۳۰۔

۱۴۷۔ ایضاً۔

۱۴۸۔ ایضاً۔

۱۴۹۔ ایضاً، ص ۱۳۰۔

۱۵۰۔ ایضاً، ص ۱۳۱۔

۱۵۱۔ ایضاً، ص ۱۳۰۔

تحقیقات حدیث۔ ﴿۱﴾ ————— ۱۰۶ ————— جرح و تعدیل کا تدریجی ارتقا
۱۵۲۔ علامہ ذہبی کو اس رائے سے اتفاق نہیں ہے، ان کے نزدیک ابو عبد الرحمن السلی کا حضرت عثمانؓ
سے سماع ثابت ہے۔

۱۵۳۔ مقدمة الجرح والتعديل، ص ۱۳۱۔

۱۵۴۔ مقدمة الجرح والتعديل، ص ۱۳۱۔

۱۵۵۔ ایضاً۔

۱۵۶۔ ایضاً، ص ۱۲۹۔

۱۵۷۔ ایضاً، ص ۱۳۰۔

۱۵۸۔ ایضاً، ص ۱۳۲۔

۱۵۹۔ ایضاً۔

۱۶۰۔ ایضاً۔

۱۶۱۔ ایضاً (علامہ ذہبی اس تحدید سے متفق نہیں۔ سیر اعلام النبلاء، ۴/۲۶۹)

۱۶۲۔ ایضاً، ص ۱۳۰۔

۱۶۳۔ ایضاً، ص ۱۳۵۔

۱۶۴۔ ایضاً، ص ۱۳۰۔

۱۶۵۔ ایضاً۔

۱۶۶۔ ایضاً۔

۱۶۷۔ ایضاً، ص ۱۳۵۔

۱۶۸۔ سیر اعلام النبلاء، ۷/۲۱۳ (علامہ ذہبی اس تحدید سے متفق نہیں، وہ فرماتے ہیں کہ حمید نے اس
تعداد سے کئی گنا زیادہ حدیثیں حضرت انسؓ سے سنی ہیں۔ خود صحاح ستہ میں سو سے زائد حضرت
انسؓ سے سنی ہوئی ان کی احادیث موجود ہیں) بحوالہ مذکورہ۔

۱۶۹۔ سیر اعلام النبلاء، ۷/۲۱۰۔

۱۷۰۔ ایضاً، ۷/۲۱۵۔

۱۷۱۔ ایضاً۔

۱۷۲۔ جب کوئی حدیث، تحدیث، اخبار یا سماع کے صیغے کے بجائے ”عن فلان عن فلان“ کہہ کر بیان کی
جائے تو اسے حدیث معنعن کہتے ہیں۔

تحقیقات حدیث۔ (۱۰) ————— ۱۰۷ ————— جرح و تعدیل کا تدریجی ارتقا

۱۷۳۔ سیر اعلام النبلاء، ۷/۲۱۷۔

۱۷۴۔ ایضاً، ۷/۲۲۳۔

۱۷۵۔ مقدمة الجرح والتعديل، ص ۱۶۸۔

۱۷۶۔ ایضاً، ص ۱۶۶۔

۱۷۷۔ ایضاً، ص ۱۶۶۔

۱۷۸۔ ایضاً، ص ۱۷۰۔

۱۷۹۔ سیر اعلام النبلاء، ۷/۲۲۲۔

۱۸۰۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: راقم کا مذکورہ بالا مقالہ ”جرح و تعدیل کا تدریجی ارتقاء“۔

۱۸۱۔ مقدمة الجرح والتعديل، ص ۱۳۷۔

۱۸۲۔ ایضاً، ص ۱۴۹۔

۱۸۳۔ ایضاً، ص ۱۳۶۔

۱۸۴۔ ایضاً۔

۱۸۵۔ مقدمہ مسلم (کان یؤمن بالرجعة)

۱۸۶۔ ان میں سے بیشتر اقوال مقدمة الجرح والتعديل اور بعض سیر اعلام النبلاء میں مذکور ہیں۔

۱۸۷۔ ایضاً۔

۱۸۸۔ سیر اعلام النبلاء، ۷/۲۲۰۔

۱۸۹۔ مقدمة الجرح والتعديل، ص ۱۴۷۔

۱۹۰۔ سیر اعلام النبلاء، ۶/۱۳۰۔

۱۹۱۔ ایضاً، ۶/۱۸۰۔

۱۹۲۔ ایضاً، ۷/۲۱۵۔

۱۹۳۔ ایضاً، ۷/۲۲۳۔

۱۹۴۔ ایضاً، ۷/۲۰۹۔

۱۹۵۔ ایضاً، ۷/۲۱۵۔

۱۹۶۔ مقدمة الجرح والتعديل، ص ۱۴۰۔

تحقیقات حدیث۔ ﴿۱﴾ ————— ۱۰۸ ————— جرح و تعدیل کا تدریجی ارا

۱۹۸۔ تقدمة الجرح والتعديل، ص ۱۳۶۔

۱۹۹۔ ایضاً، ص ۱۳۳۔

۲۰۰۔ ایضاً، ص ۱۵۶۔

۲۰۱۔ ایضاً، ص ۱۳۲۔

۲۰۲۔ ایضاً، ص ۱۳۶۔

۲۰۳۔ سیر اعلام النبلاء، ۷/۳۲۶۔

۲۰۴۔ تقدمة الجرح والتعديل، ص ۱۳۶ (حسن بن عمارہ پر شعبہ کی جرحوں کے اور بھی اقوال ہیں، ان پر نعمت المعتم شرح مقدمہ مسلم از مولانا نعت اللہ اعظمی، استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند میں اچھو بحث کی گئی ہے۔

۲۰۵۔ بحوالہ نعمت المعتم، ص ۳۲۔

۲۰۶۔ تقدمة الجرح والتعديل، ص ۱۵۸۔

۲۰۷۔ سیر اعلام النبلاء، ۷/۲۲۲۔

۲۰۸۔ تقدمة الجرح والتعديل، ص ۱۳۸۔

۲۰۹۔ سیر اعلام النبلاء، ۷/۲۱۷۔

۲۱۰۔ تقدمة الجرح والتعديل، ص ۱۷۱۔

۲۱۱۔ تقدمة الجرح والتعديل، ص ۱۷۱۔

۲۱۲۔ ایضاً، ص ۱۳۹۔



لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ

(بخاری، ج ۵، ص ۲۲۳۱، رقم ۵۶۳۸)

رشتے داروں سے قطع تعلق کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا

مؤ جابنوب: (مولانا) عبدالرزاق

مہر بردار، زرعی سروس، کوٹ اعظم، خیر پور نامیوالی